ماہنامہ

برجستہ

چیف ایڈیٹر

غلام حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ONLINE EDITION

VOLUME: 4 | ISSUE 43 | AUGUST 2025

حمیرا اصغر قتل یا موت؟

قسط وار کہانی

زمیں زیر و زبر ہونے کو ہے

سعید آسی

میرے بڑے بھائی شکیل محمد خان رخصت ہو گئے

امیر محمد خان

اداریہ:

انڈس واٹرز معاہدہ

سوہنی دھرتی اللہ رکھے
قدم قدم آباد تجھے
پاکستان کے 78ویں یومِ آزادی کے موقعہ پر پاکستان، کویت
اور دُنیا بھر میں مقیم ہم وطنوں کو دِلی مبارکباد
تمام اہلِ وطن کو
جشنِ آزادی
مبارک
ملک طالب حسین صدیقی
سینئر نائب صدر مسلم سنٹرل کویت

ماہنامہ

برجستہ

چیف ایڈیٹر
غلام حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

سرورق		فرنٹ
اشتہار		صفحہ 2
فہرست		صفحہ 3
اِداریہ		صفحہ 4
قلم وکالم نگار	پی ٹی آئی کا جھوٹ اور افراتفری کا کھیل ----------غلام حیدر شیخ	صفحہ 5
	زمین زیروزبر ہونے کو ہے ----------سعید آسی	صفحہ 6
	دہشت گردی کے خلاف افواج پاکستان کا آہنی عزم ----------صفدر علی خاں	صفحہ 7
کالم ومضامین	14 اگست ---یومِ آزادی کا پیغام تجدید عہد --------حکیم راحت نسیم سوہدروی	صفحہ 8-9
	بارہ برس بعد بھی راکھ میں دبی چنگاریوں: روہنگیا کا کربناک سفر --------فضل حسین اعوان	صفحہ 10
	معاشرے کی بے حسی ----اورنگزیب اعوان	صفحہ 11
	یقیناً کی کہانی ----پروفیسر ڈاکٹر حسین بانو	صفحہ 12
	حمیرا اصغر قتل یا موت ----ثمینہ رحمت منال	صفحہ 13-14
	پاکستان پیشین گوئیوں کے تناظر میں ---محمد فاروق عزمی	صفحہ 15
ایک حقیقت ایک افسانہ	تاج محل -----عمر سندھو	صفحہ 16
تھل کی آواز	گورنمنٹ ہائی سکول فاروق آباد نورپور تھل -------رانا نورالٰہی عاطف	صفحہ 17
ہمدرد رپورٹ	شفاف احتسابی عمل کی ضرورت واہمیت مسلمہ ہے ---ہمدرد شوریٰ اجلاس میں مقررین کا اِظہارِ خیال ---اصغر علی کھوکھر	صفحہ 18
کویت ڈائری	کویت میں ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے اِنتقال پر ہر آنکھ اشکبار -----محمد عمر، کویت	صفحہ 19-20
جدہ ڈائری	میرے بڑے بھائی اِس دُنیا سے رُخصت ہوئے ---پاکستان بزنس فورم کے عہدیداران کا اعلان ----امیر محمد خان	صفحہ 21
انقرہ ڈائری	جاں نثاروں کی شب: ترک قوم کی فتح کی کہانی -------شبانہ ایاز	صفحہ 22
یوکے (لیسٹر) ڈائری	ہاؤس آف لندن میں ’’امن بذریعہ ادب کا عالمی پیغام‘‘ ------جاوید عنایت	صفحہ 23
پنجابی ادب	جے میری اَکھ ناں کُھلدی -------غلام شبیر عاصم	صفحہ 24
آئینۂ سخن	ایک ہی بحر میں مختلف شعراء کا کلام	صفحہ 25
ایک شاعر ایک تعارف	اِنتہائی نفیس شخصیت کے حامل معروف شاعر اختر شمار -------علی حیدر شیخ	صفحہ 26
طب وسائنس	برسات میں سکنجبین کا استعمال ضرور کریں -----حکیم حارث نسیم چوہدری	صفحہ 27
تفہیم دین	ماہِ صفر اور توہم پرستی ------مفتی محمد رضا	صفحہ 28
بچوں کی کہانیاں	چڑیا کی تین نصیحتیں ----------ذوالقرنین حیدر	صفحہ 29
کھیل اور کھلاڑی	پاکستانی کرکٹ کے حقیقی سپر سٹارز ---------محمد عمر، کویت	صفحہ 30-31
فلمی دُنیا	پاکستان میں تحریک آزادی پر بننے والی فلمیں کچھ کامیاب زیادہ ناکام --------محمد عمر، کویت	صفحہ 32
اشتہار		صفحہ 33
اشتہار		صفحہ 34

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں
+965-6600-6571 FOR KUWAIT
+92-322-5300-703 FOR PAKISTAN

ماہنامہ برجستہ

چیف ایڈیٹر غلام حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

چیف ایڈیٹر: غلام حیدر شیخ

ایگزیکٹو ایڈیٹر: علی حیدر

ریزیڈنٹ ایڈیٹر جدہ: امیر محمد خان

ایڈیٹر یو اے ای: اویس حیدر

لیڈی ایڈیٹر یو۔کے: ڈاکٹر رابعہ حیدر

ایڈیٹر کویت: محمد عمر

فوٹوگرافر: ذوالقرنین حیدر

انڈس واٹرز معاہدہ، پاکستان کے جائز مؤقف کی حمایت، عالمی بینک کا سراہنا

وزیرِاعظم کی جانب سے انڈس واٹرز معاہدے پر پاکستان کے جائز مؤقف کی حمایت پر عالمی بینک کو سراہنا ایک خوش آئند سفارتی پیش رفت ہے۔ ایسے وقت میں جب پاکستان داخلی و خارجی چیلنجز سے دوچار ہے، عالمی مالیاتی ادارے کی جانب سے حمایت نہ صرف پاکستان کے مؤقف کی بین الاقوامی سطح پر توثیق کرتی ہے بلکہ ایک منصفانہ حل کی اُمید بھی دلاتی ہے۔

انڈس واٹرز معاہدہ، جو 1960 میں عالمی بینک کی ثالثی سے طے پایا، جنوبی ایشیا میں پائیدار پانی کی تقسیم کی ایک اعلیٰ مثال رہا ہے۔ اس معاہدے کے تحت پاکستان کو مغربی دریاؤں، سندھ، جہلم اور چناب، پر مکمل حق دیا گیا جبکہ مشرقی دریا، راوی، ستلج اور بیاس، بھارت کے اختیار میں رہے۔ تاہم بھارت کی جانب سے مغربی دریاؤں پر ہائیڈرو پاور منصوبے اس معاہدے کی خلاف ورزی سمجھے جاتے ہیں جن پر پاکستان نے بارہا اعتراضات اٹھائے۔

پاکستان کا مؤقف رہا ہے کہ بھارت کے منصوبے جیسے کہ کشن گنگا اور رتلے معاہدے کے تقاضوں کے خلاف ہیں کیونکہ وہ پانی کے قدرتی بہاؤ میں مداخلت کرتے ہیں۔ بھارت ان منصوبوں کو "رن آف دی ریور" قرار دے کر اپنے حق میں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی اختلافات اس تنازعے کی جڑ ہیں۔ عالمی بینک کی جانب سے پاکستان کی حمایت نہ صرف فریقین کے درمیان توازن پیدا کر سکتی ہے بلکہ تکنیکی و قانونی اعتبار سے بھی اعتماد بحال کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

وزیرِاعظم کا یہ اعتراف کہ پاکستان نے عالمی فورمز پر ثالثی کے لیے مؤثر کردار ادا کیا، اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ پاکستان پرامن، قانونی حل کے راستے کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ مؤقف بین الاقوامی برادری کو یہ پیغام دیتا ہے کہ پاکستان نہ صرف اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے سنجیدہ ہے بلکہ وہ امن کا خواہاں بھی ہے۔

تاہم، یہ معاملہ صرف سفارتی نہیں بلکہ قومی سلامتی سے جڑا ہوا ہے۔ پاکستان پانی کی شدید قلت سے دوچار ہے۔ زراعت، خوراک کی سلامتی اور دیہی معیشت سب کچھ انہی دریاؤں کے بہاؤ پر منحصر ہے۔ اگر بھارت کی جانب سے پانی کی روانی میں ردوبدل کی کوشش کی جائے گی، تو اس کے نتائج پاکستان کے لیے نہایت خطرناک ہوں گے۔ لہٰذا، عالمی بینک کی حمایت صرف زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی ہونی چاہیے۔ تکنیکی تجزیے، غیر جانب دار ماہرین، اور شفافیت پر مبنی طریقہ کار کے ذریعے اس معاہدے کو بچایا جا سکتا ہے۔ اگر یہ معاہدہ ناکام ہوتا ہے تو اس کے اثرات دنیا کے دیگر سرحدی پانیوں کے معاہدوں پر بھی مرتب ہوں گے۔

پاکستان کو اپنی داخلی حکمتِ عملی بھی بہتر بنانی ہوگی۔ پانی کی بچت، جدید آبپاشی کے نظام، اور اسٹوریج کی صلاحیت میں اضافہ ضروری ہے۔ صرف سفارتی کامیابی کافی نہیں، جب تک ملک کے اندر پانی کا نظام مؤثر نہیں بنایا جاتا، انڈس واٹر معاہدہ جو 1960 میں عالمی بینک کی نگرانی میں طے پایا، پاکستان اور بھارت کے درمیان دریاؤں کی منصفانہ تقسیم کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔ تاہم حالیہ برسوں میں بھارت کی جانب سے مغربی دریاؤں پر ہائیڈرو پاور منصوبوں کی تعمیر نے معاہدے کی روح کو مجروح کیا ہے۔ پاکستان نے بارہا ان تحفظات کو عالمی فورمز پر اجاگر کیا ہے اور اب عالمی بینک کی جانب سے پاکستان کے مؤقف کی تائید ایک مثبت پیش رفت ہے۔ یہ نہ صرف قانونی برتری کی تصدیق ہے بلکہ اس بات کا بھی عندیہ ہے کہ عالمی برادری جنوبی ایشیا میں پانی جیسے حساس معاملے پر ایک منصفانہ حل چاہتی ہے۔

پاکستان کو چاہیے کہ اس معاملے کو سیاست یا اشتعال انگیز بیانیے کے بجائے قانونی و سائنسی بنیادوں پر بین الاقوامی سطح پر پیش کرے۔ دنیا کو یہ باور کرانا ہوگا کہ پاکستان ایک ذمہ دار فریق ہے جو امن، قانون اور تعاون پر یقین رکھتا ہے۔ وزیرِاعظم کا بیان ایک موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اس مسئلے کو سنجیدگی سے دیکھیں اور اس کے دیرپا حل کی جانب بڑھیں۔ پانی کو دشمنی کا ہتھیار بنانے کے بجائے تعاون کا ذریعہ بنایا جانا چاہیے، کیونکہ یہ صرف حقوق کی بات نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی بقا کا معاملہ ہے۔

پی ٹی آئی کا جھوٹ اور افراتفری کا کھیل

پاکستان کی سیاست آج ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں جھوٹ اور افراتفری کو کامیاب سیاست کا ہتھیار سمجھا جا رہا ہے۔ عمران خان اور ان کی جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) نے اقتدار کی ہوس میں عوامی جذبات سے کھیلنے، ریاستی اداروں کو بدنام کرنے اور نوجوانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کو اپنی سیاست کا محور بنا لیا ہے۔ چارلس بکاؤسکی کا یہ قول کہ ''دنیا کا مسئلہ یہ ہے کہ ذہین لوگ شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں، جبکہ بیوقوفوں میں اعتماد حد سے زیادہ ہوتا ہے'' حیرت انگیز طور پر پی ٹی آئی کی موجودہ سیاسی حکمت عملی پر صادق آتا ہے۔ اس جماعت کے قائدین کا حال یہ ہے کہ وہ ہر جھوٹ کو غیر متزلزل اعتماد کے ساتھ دہراتے ہیں، چاہے زمینی حقائق اس کی مکمل نفی کیوں نہ کر رہے ہوں۔

حالیہ دنوں میں علی امین گنڈاپور کی قیادت میں خیبر پختونخوا سے لاہور تک نکالا جانے والا مارچ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔ بلند و بانگ دعوؤں اور سوشل میڈیا پر پیدا کیے گئے مصنوعی جوش کے باوجود، یہ مارچ صرف 36 گھنٹوں میں اپنی موت آپ مر گیا۔ کارکن تھک ہار کر منتشر ہو گئے، لیکن پی ٹی آئی قیادت کی اکڑ اور ان کے جھوٹے بیانیے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ اب بھی ریاستی اداروں کو ہدف تنقید بنا کر عوام کو یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ملک کے تمام مسائل کا حل صرف ان کی حکومت کی واپسی ہے۔

یہ رویہ اس بات کا عکاس ہے کہ کس طرح بے بنیاد اعتماد اور ڈھٹائی پر مبنی سیاست قوموں کو تقسیم کرتی ہے، عقل و دانش رکھنے والے لوگ آج شکوک وشبہات کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں، کیونکہ وہ زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے خاموش رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں، دوسری طرف، پی ٹی آئی کی قیادت اپنی نادانی پر مبنی خود اعتمادی کے ساتھ ہر جھوٹ کو سچ کے طور پر پیش کر رہی ہے اور اپنے کارکنان کو نفرت کے ایندھن پر زندہ رکھے ہوئے ہے، یہ کھیل اب نہ صرف پاکستان کی سیاسی فضا کو آلودہ کر رہا ہے بلکہ ملک کی عالمی ساکھ کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے۔

چارلس بکاؤسکی کا یہ قول کہ ''دنیا کا مسئلہ یہ ہے کہ ذہین لوگ شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں، جبکہ بیوقوفوں میں اعتماد حد سے زیادہ ہوتا ہے'' آج کے پاکستان کے سیاسی منظرنامے پر حیرت انگیز طور پر صادق آتا ہے۔ ایک ایسی سیاسی جماعت جو خود کو انقلاب کا علمبردار کہتی ہے، مگر حقیقت میں اس کی سیاست عوام کے درمیان تقسیم، ریاستی اداروں کے خلاف نفرت، اور جھوٹے بیانیے پر قائم ہے۔ عمران خان اور ان کی پارٹی پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) اس قول کی عملی تصویر بن چکے ہیں۔

پی ٹی آئی کے رہنما مسلسل عوام کو اس بیانیے سے بہکانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا پاکستان کا ہر مسئلہ فوج اور ریاستی اداروں کی وجہ سے ہے۔ سوشل میڈیا پر جھوٹے بیانیے بنانا، جعلی ویڈیوز اور تصاویر پھیلانا، اور نوجوانوں کو ریاست مخالف سوچ پر اکسانا ان کی روزمرہ کی حکمت عملی بن چکی ہے۔ وہ ذہانت جو سوال اٹھاتی ہے اور ثبوت مانگتی ہے، پی ٹی آئی کے بیانیے کے سامنے دب کر رہ گئی ہے، کیونکہ یہاں نادانی پر مبنی اعتماد اتنا زیادہ ہے کہ ہر جھوٹ کو سچ کے طور پر بیچا جا رہا ہے۔

جس میں پاکستان کو ایک ناکام ریاست کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بیانیہ دشمن ممالک کے ایجنڈے سے اس قدر مطابقت رکھتا ہے کہ بعض اوقات خود پی ٹی آئی کے حامی بھی ششدر رہ جاتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کب تک عوام اس ڈھونگ کا شکار رہیں گے؟ کب تک نوجوان اپنے مستقبل کو قربان کر کے ایسے لیڈروں کے پیچھے چلتے رہیں گے جو ذاتی اقتدار کی خاطر ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں؟ علی امین گنڈاپور کے حالیہ مارچ میں کارکنان کا 36 گھنٹے کے اندر اندر ہمت ہار جانا اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ شاید عوام میں شعور آ رہا ہے۔ شاید وہ اب اس حقیقت کو سمجھنے لگے ہیں کہ گالم گلوچ، ڈھٹائی اور جھوٹ پر قائم سیاست زیادہ دیر نہیں چل سکتی۔

عمران خان کی سیاست کا المیہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنے کارکنان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ صرف وہی حق پر ہیں اور باقی سب غدار، چور یا ایجنٹ ہیں۔ یہ تقسیم دراصل پاکستان کو کمزور کرنے کی ایک خطرناک روش ہے۔ جو قوم اپنی فوج، عدلیہ اور اداروں کے خلاف کھڑی ہو جائے، وہ بیرونی دشمنوں کے لیے کتنا آسان ہدف بن سکتی ہے، یہ تاریخ بار بار ثابت کر چکی ہے۔ لیکن پی ٹی آئی قیادت ان تاریخی حقائق سے آنکھیں چرا کر عوام کو گمراہی اور وہم کی دنیا میں رکھنا چاہتی ہے۔

بکاؤسکی کے قول کا دوسرا پہلو اس وقت اور زیادہ نمایاں ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے سنجیدہ اور باخبر طبقات کس طرح خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں، سوال اٹھا سکتے ہیں، اور دلیل سے بات کر سکتے ہیں، وہ موجودہ سیاسی شور وغوغا میں پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ان کی خاموشی نے میدان ایسے عناصر کے لیے خالی چھوڑ دیا ہے جو گالم گلوچ اور جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور ہر بات کو انتہائی اعتماد سے پیش کرتے ہیں۔ یہی اعتماد عوام کے کم علم طبقے کو متاثر کرتا ہے اور ریاستی اداروں کے خلاف نفرت کو فروغ دیتا ہے۔

یہ رویہ نہ صرف معاشرتی انتشار کو بڑھا رہا ہے بلکہ ملک کی عالمی ساکھ کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے۔ عمران خان اور ان کے قریبی ساتھی بار بار بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں استعمال ہونے والے بیانیے کو دہراتے ہیں،

پاکستان کو آج ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو عوام کو جوڑنے والی ہو، نہ کہ بانٹنے والی۔ جو اپنے مخالفین کو دشمن کے طور پر نہیں بلکہ جمہوری عمل کا حصہ سمجھے۔ لیکن بدقسمتی سے پی ٹی آئی کی سیاست نے ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیا ہے جس میں صرف ایک شخص کو مسیحا اور باقی سب کو بدعنوان پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ طرزِ سیاست قوموں کو تباہ کرتا ہے، اداروں کو مفلوج کرتا ہے اور ملک کو افراتفری کی جانب دھکیل دیتا ہے۔

آخر میں، بکاؤسکی کے اس قول کو پاکستان کے موجودہ سیاسی حالات پر لاگو کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ذہین اور سنجیدہ لوگ اگر خاموشی ترک کریں اور کھل کر سچ بولیں تو شاید نادانی اور ڈھٹائی کا یہ شور باشعور عوام کی آواز حق تلے دب جائے۔ ورنہ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب یہ شور ریاست کی بنیادوں کو ہلا دے گا اور اس نقصان کی تلافی ممکن نہیں ہو گی۔ پی ٹی آئی کی سیاست نے پاکستان کو جس نفسیاتی اور معاشرتی انتشار کی جانب دھکیل دیا ہے، وہ کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

قوم کو اب یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ سچائی اور دلیل پر مبنی سیاست کا راستہ اختیار کریں گے یا ایسے عناصر کے پیچھے چلیں گے جو صرف جھوٹ اور فتنہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ریاستی اداروں کو بھی سختی کے ساتھ اس کھیل کو ختم کرنا ہو گا، کیونکہ اگر یہ جھوٹ اور افراتفری کا کھیل یونہی جاری رہا تو پاکستان کی سالمیت اور قومی یکجہتی کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

”زمیں زیروزبر ہونے کو ہے“

سعید آسی

آج دن بھر عجیب وغریب اُلجھن کا شکار رہا۔ مجھے ملکی، عوامی مسائل اوران مسائل کے پسِ پردہ محرکات وعوامل کا پوری طرح احساس وادراک ہے مگر ”پھر بھی دل ہے پاکستانی“ کے مصداق اپنی ارضِ وطن کے لئے رجائیت پسندی کو ترجیح دیتا ہوں اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے پیارے وطن کے خواہ مخواہ کے بدخواہوں کے کسی پراپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر ملکی بقاؤ سلامتی اور سسٹم کے استحکام کے لئے جو کچھ بھی بن پڑتا ہے اس میں کمی نہ آنے دی جائے۔ مگر ہماری ادارہ جاتی محکمانہ شتر بے مہاریاں اتنی بڑھ چکی ہیں اور گورننس کے معاملات اتنے خراب اور غیر موثر ہو چکے ہیں کہ ان میں کسی بے رحم اقدام کے بغیر اصلاحِ احوال کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ جنھوں نے ادارہ جاتی اور محکمانہ خرابیوں کی اصلاح کرنی ہے وہ خود اپنے مفاداتی معاملات میں الجھے اور ”مالِ غنیمت“ میں حصہ وصولنے کی جدوجہد میں سر سے پا?ں تک لتھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

میں آج کل ”ورک فرام ہوم“ پر ہوں جس کے لئے گھر میں بھی بجلی اور انٹرنیٹ کنکشن میں کسی قسم کا تعطل ذہنی خلجان کا باعث بن جاتا ہے۔ البتہ یہ خوش فہمی میرے ذہن ودل پر ہمہ وقت طاری رہتی ہے کہ وطن عزیز میں قدرت نے ہر سہولت وافر عطا کر رکھی ہے۔ اسے ملک وقوم کی تعمیر وترقی اور عوامی خوشحالی کے لئے بروئے کار لانے والے ہاتھ صاف ہوں اور ان کی نیتوں میں کسی قسم کا فتور نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ قدرت کے پانی، گیس، تیل اور دھاتوں کی صورت میں زیرزمین جو خزانے موجود ہیں وہ ملک کے اقتصادی استحکام اور قوم کی خوشحالی کے لئے کار آمد نہ ہو سکیں۔ زیرزمین پانی کا خزانہ ہمیں ملک کی توانائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے دریا?ں، نہروں اور راجباہوں تک پر چھوٹے بڑے ڈیمز اور پونڈز کی تعمیر کی ترغیب دیتا ہے۔ قائد اعظم کا بھی اس ملک خداداد کی معیشت کے استحکام کا یہی ایجنڈہ تھا چنانچہ انہوں نے ڈیم کی تعمیر کے لئے دریائے سندھ پر کالا باغ کی جگہ کا خود انتخاب کیا تھا۔ اسی طرح ہماری ارضِ وطن پر تیل اور گیس کے ذخائر ہمیں قدرت کی طرف سے گفٹ کئے گئے تاکہ اس ارضِ وطن کے مکینوں کو توانائی کے حصول واستعمال میں کسی دِقّت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ قیمتی دھاتوں اور نمک کے قدرتی خزانوں کو بروئے کار لا کر اس ارضِ وطن کو سونا اگلنے والی زمین کے قالب میں ڈھالا جا سکتا ہے جس سے ترقی کی رفتار اتنی تیز ہو سکتی ہے کہ ہم کئی ترقی یافتہ ممالک کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں مگر خدا کی پناہ۔ ہمارے عالی دماغوں، کرم فرما?ں، ناخدا?ں اور اقتداری بھائیوالوں نے قیام پاکستان سے اب تک اس ارضِ وطن کو نچوڑ اور پچوڑ کر عملاً اسے بانجھ دھرتی بنا دیا ہے۔ بس اپنی اشرافیہ سوچ کو ہی پروان چڑھایا ہے اور سلطانی □ء جمہور کے اہم ستون جمہور کو راندہ □درگاہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر حضور۔ پھر بھی دل ہے پاکستانی والی رجائیت پسندی مجھے آج بھی ڈگمانے نہیں دیتی اور دل سے یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ: رات بھر کا ہے مہماں اندھیرا　　کس کے روکے رکا ہے سویرا۔

پھر احمد ندیم قاسمی کی یہ نظم بھی میرے اندر رجائیت پسندی کو مزید تقویت پہنچاتی ہے کہ۔

راستہ نہیں ملتا　　منجمد اندھیرا ہے
پھر بھی باوقار انساں　　اس یقین پہ زندہ ہے
برف کے پگھلنے میں　　پَو پھٹے کا وقفہ ہے
اس کے بعد سورج کو　　کون روک سکتا ہے۔

پھر اگر اس ارضِ وطن پر خلق خدا قدرت کی ودیعت کردہ ہر نعمت سے پیچھے دھکیلی جاری رہی ہے اور سارا من وسلویٰ عالیجا?ں، ناخدا?ں کے آنگنوں میں رونق لگا رہا ہے تو میری رجائیت پسندی مجھے کہاں تک سہارا دیئے رکھ سکتی ہے، اور جناب خاطر جمع رکھیئے۔ ان عالیجا?ں میں کوئی تخصیص نہیں۔ سب اقتداری بھائیوال اور سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کا نظریہ اور اصول صرف اقتدار کی راہداریوں میں داخل ہونا اور قومی، قدرتی خزانوں کو صرف اپنے اقتداری قبیلے تک محدود رکھنا ہے۔ اگر ان میں کوئی الجھن، کوئی لڑائی، کوئی جھگڑا ہوتا بھی ہے تو اقتدار کی شیرینی میں بندر بانٹ پر ہوتا ہے۔ اصولوں کے داعیان کا ”پوتّر“ جذبہ آپ سینیٹ کے گزشتہ روز کے الیکشن کے حوالے سے ہی دیکھ لیں کہ سب بندر بانٹ میں متفق الیہہ ہو گئے۔ عوام کے لئے دردمندی کا اظہار بس خالی خولی ہی ہوتا ہے جبکہ عوام کو زندہ درگور کر کے قبرستان کی جانب دھکیلنے کا ایجنڈا یکساں ہے۔ اس لئے سابقان، موجودگان اور آنے والوں سے جمہور کی بہتری کی توقع رکھنا عبث ہے۔

میرا دل بلوچستان کی ایک خاتون اور ایک مرد کے جرگہ کے ذریعے ماورائے عدالت قتل کی واردات منظر عام پر آنے کے بعد کافی الجھا ہوا تھا اور آج میں اس کالم میں اسی موضوع پر اپنے جذبات کے اظہار کا ارادہ رکھتا تھا کہ کس طرح وزیر اعلیٰ بلوچستان سرفراز بگتی اس کیس میں قبائلی سردار کو قانونی تحفظ دلوانے کے لئے فوری طور پر خود میدان میں اتر کر مقتول خاتون ومرد کے جرائم کے گواہ اور ان کی قتل کی سزا پر جرگہ کے وکیل بن گئے اور کس طرح بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ میر لشکری رئیسانی متعلقہ قبیلے کے سردار کی گرفتاری پر سراپا احتجاج نظر آئے۔ یہ سوچ بلاشبہ ریاست کے آئین، قانون، انصاف کے سسٹم کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھنے کی سوچ ہے اور ریاستی اتھارٹی کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ میں اس پر ہی آج دل کا غبار نکالنا چاہتا تھا۔ مگر بجلی کی عدم فراہمی نے ورک فرام ہوم کی سہولت نایاب کر دی۔ پھر بھی دل کو کچھ سکون تھا کہ یہ روزانہ ہر گھنٹے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لئے لوڈشیڈنگ والی روٹین کی لوڈشیڈنگ ہو گی اس لئے پہلے کی طرح موبائل فون پر انٹرنیٹ کی سہولت کے ساتھ جیسے تیسے کام چلتا رہے گا مگر صبح 9 بجے غائب ہونے والی بجلی دوپہر ساڑھے بارہ بجے تک بھی بحال نہ ہوئی تو تشویش لاحق ہوئی۔ میں نے علاقے کے ایک متحرک مکین سے استفسار کیا تو انہوں نے یہ بتا کر میرے ذہن کو ما?ف کر دیا کہ صبح ہمارا ٹرانسفارمر دھماکے سے جل گیا ہے واپڈا والوں کو اطلاع دی گئی ہے مگر کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ چنانچہ میں نے خود لیسکو کے متعلقہ آفس سے رجوع کیا۔ انہوں نے ہلکی سی انگڑائی لی اور شانِ بے نیازی سے کہا کہ آج شام تک ٹرانسفارمر درست ہو جائے گا۔ یعنی شام تک بجلی اور اس سے منسلک وائی فائی کنکشن سے محرومی۔ ”ورک فراہم ہوم“ تو غارت ہو گیا اور میں بھاگم بھاگ آفس آ گیا کہ آفس ورک کی ذمہ داری تو بہر صورت نبھانی ہے۔

حضور یہ کسی ایک دن کی نہیں، تقریباً روزانہ کی روٹین ہے۔ ٹوٹیلٹی بلز آسمان تک پہنچا دیئے اور بجلی، گیس کی سہولت نایاب بنا دی، سردیوں میں گیس عنقا مگر بل پورے کے پورے۔ اب حبس اور گھٹن والے موسم میں بجلی کی آنی کم اور جانی زیادہ کی مقابلہ بازی مگر بجلی کے بل اتنے ناقابلِ برداشت کہ عام عوام خودکشیوں کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اس ماحول میں جب ان راندہ □درگاہ عوام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقتداری بھائیوال تو ہر نعمت سے مالا مال ہیں۔ ان کی تنخواہوں اور مراعات میں بھی شتر بے مہار اضافہ ہو رہا ہے اور مفت بجلی، گیس، تیل، پانی کی سہولتوں سے بھی وہ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اور پھر ان ”اعمال“ کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے ادارہ جاتی یکسوئی بھی موجود ہے تو ان کے دل ٹیسوں سے بھر جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں بے کس ومجبور انسانوں کا ذہنی خلجان بڑھے گا تو طوفان اٹھانے کی نوبت لانے کا ہی سوچے گا۔ حضور آپ سلطانیء جمہور کو جمہور کے لئے سوہانِ روح بنائیں گے تو وہ اس سسٹم کے لئے کیوں رطب اللسان ہو گا۔ تو جناب جمہور کے اس ذہنی خلجان کا انجام آپ کے لئے نوشتہ　دیوار ہونا چاہئیے جس کا اہتمام بھی آپ خود ہی کر رہے ہیں۔ خاطر جمع رکھئے۔ بقول ظفر اقبال اوکاڑوی:

زمیں زیر و زبر ہونے کو ہے، میرا کہا لکھ لو
کہ میں اس کے فشارِ زلزلہ پیما میں رہتا ہوں

دہشت گردی کے خلاف افواج پاکستان کا آہنی عزم

تحریر: صفدر علی خاں

بلوچستان میں بدنام بھارتی خفیہ ایجنسی " را " کی سرپرستی میں سرگرم دہشتگرد تنظیم فتنہ الہندوستان (بی ایل اے) نے ریاست کے خلاف ایک بار پھر بزدلانہ حملوں میں تیزی لانے کی کوشش کی ہے۔ مگر سیکیورٹی فورسز بروقت، مؤثر اور جرات مندانہ حکمتِ عملی کے ذریعے ان کے ناپاک ارادے خاک میں ملا رہی ہیں۔ ان

کارروائیوں کا مقصد علاقے میں خوف و ہراس، انتشار اور ریاست مخالف بیانیہ پھیلانا تھا، مگر ریاستی اداروں نے دشمن کے ہر محاذ پر اسے منہ توڑ جواب دے کر اس کی تمام سازشیں ناکام بنا دیں۔

سیکیورٹی فورسز نے کراچی کوئٹہ ایسٹرائیڈ روڈ پر ''فتنہ الہندوستان '' کے خفیہ ٹھکانے کو تباہ کرنے کے لیے کامیاب کارروائی کرتے ہوئے 4 دہشت گردوں کو ہلاک کر دیا۔ بھارتی پراکسی ہماری شہری ٹرانسپورٹ پر متعدد حملوں میں ملوث تھی جن میں کراچی سے کوئٹہ جانے والیمعصوم موسیقار بھی شامل تھے۔

سیکورٹی اداروں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہ کرنے میں ناکامی پر ہندوستانی دہشت گرد اور بدنام زمانہ ایجنسی ''را'' نے بلوچستان میں اپنے پراکسیز کو سافٹ ٹارگٹس کو نشانہ بنانے کا کام سونپا تاکہ بلوچستان کا امن وامان سبوتاژ کیا جاسکے۔ دہشت پیدا کرنے کے لیے غیر مسلح اور معصوم شہریوں پر حملہ کرنا ''را'' کی پلے بک کا حصہ ہے جسے بھارت میں اقلیتوں کے خلاف اکثر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ بلوچستان اور کے پی کے میں اس کے مظاہر صرف اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ''را'' اپنے ہندوتوا پر مبنی خواب کے لیے خطے کو غیر مستحکم کرنے میں کتنی ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے ملوث ہے۔

معصوم شہریوں پر حملے بلوچ ثقافت اور روایات کے منافی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسے جاری رکھنے کی اجازت دے کر بلوچ پٹی کے لوگ محض اپنی روایت اور امیج کو تباہ کرنے کی اجازت دے رہے ہیں جس کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

بھارت جنوبی ایشیا میں عدم استحکام کی جڑ ہے۔ اور اجیت ڈوول بین الاقوامی دہشت گردی کے اس سلسلے کے پیچھے ماسٹر مائنڈ ہے۔ بھارتی پراکسی فتنہ الہندستان کے خلاف آپریشن جاری رکھنے کے لیے سیکورٹی فورسز کی ضرورت ہے جبکہ ریاست کو اجیت ڈوول کو عالمی دہشت گرد قرار دلوانے کی کوشش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

بی ایل اے جیسے گروہ بلوچ نوجوانوں کو آزادی اور مزاحمت کے نام پر گمراہ کرتے ہیں، مگر ان کے تمام حملے بھارت کے مفادات کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہ گروہ کسی جدوجہد کا نہیں بلکہ مودی سرکار کا آلہ کار بن چکا ہے، جس کا مقصد بلوچستان میں بدامنی اور خوف پھیلانا اور تعمیر و ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا ہے۔ دنیا کو آگاہ رہنا چاہیے کہ ریاست پاکستان اور اس کی سیکورٹی فورسز کمزور نہیں ہیں اور دشمن کی ہر سازش کا منہ توڑ جواب دینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔

بھارت کو چاہیے کہ وہ اپنی سپانسرڈ دہشتگردی کو بند کرے اور اپنی توجہ اپنے اندرونی مسائل پر دے۔ بھارت پہلے ہی اپنی کارستانیوں کے باعث پوری دنیا میں بدنام ہو چکا ہے۔ بالخصوص جنوبی ایشیا کا پورا خطہ بھارت کی ریاستی دہشت گردی سے تنگ ہے۔

بلوچستان کی غیور عوام نے بھی فتنۂ ہندوستان کے ایجنٹ بی ایل اے کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور یہ دہشتگرد تنظیم آخری سانسیں لے رہی ہے۔

بلوچستان کے طول و عرض میں امن دشمنوں کے خلاف آپریشنز کامیابی سے جاری ہیں اور دشمن کا صفایا کیا جا رہا ہے۔ قوم کی مکمل حمایت افواج پاکستان کو حاصل ہے اور اِنشاءاللہ دشمن کو ہر محاذ پر شکست فاش ہوگی۔

پاک فوج نے ہمیشہ دہشت گرد حملوں کا بھرپور جواب دیا ہے اور بھارت کی سہولت کاری اور فنڈنگ سے جاری دہشتگردی کو ناکام بنانے کے لیے پہلے بھی کئی انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز کئے ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گے تاکہ اس دہشتگردی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

پاکستان کی سیکیورٹی فورسز اپنی قوم اور ملک کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کیلئے تیار اور پرعزم ہیں۔ بلوچستان انشائاللہ بہت جلد دشمنوں سے پاک ہوگا۔

پاکستان ہمیشہ زندہ باد

14 اگست ۔۔۔ یومِ آزادی کا پیغام تجدید عہد

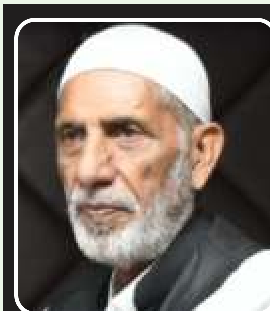

تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

آج وطن عزیز پاکستان اپنی زندگی کے 78 سال مکمل کر کے 79 ویں سال میں داخل ہوگیا ہے۔ٹھیک 78 سال قبل آج کے روز مسلمانان برصغیر نے قائداعظم کی زیر قیادت ال انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے متحد و منظّم ہو کر نرالی شان سے جنگ لڑی اور کوء ایک صدی کی طویل جدوجہد کے بعد اور بغیر کسی اسلحہ اور فوج کے پوری طرح آئینی و جمہوری ذرائع سے بیک وقت دو بالا دست قوتوں انگریز اور ہندو سامراج سے نجات پا کر اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان رب جلیل سے اس عہد کے ساتھ حاصل کی تھی کہ یہ نظریاتی مملکت مسلم امہ کے لئے تجربہ گاہ ہوگی اور اسلامیان برصغیر کے سیاسی معاشی، سماجی اور تہذیبی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہوگی جہاں مسلمان اپنی ثقافتی تہذیبی اور دینی اقدار کے مطابق آزادانہ زندگی گزار سکیں گے اور اس طرح اسلامی معاشرہ کو وجود میں لا کر دنیا کو پھر سے اسلام کے آفاقی پیغام سے روشناس کرائیں گے جس سے عرب کے صحرا نشینوں کو جہاں باں سے جہاں ارا بنا دیا تھا۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے تحریک پاکستان کے دوران بارہا اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہوگی جہاں اسلامی نظریہ حیات کے مطابق اصول ہوں گے یوں آج کا روز سعید اپنے اجتماعی محاسبے کے ساتھ اس عہد کی تجدید کا بھی دن ہے کہ قوم نے 78 سال قبل اپنے کعبہ کے رب سے اس مملکت کے حصول کے وقت کیا تھا۔

14 اگست 1947 یوم آزادی کے پس منظر میں جدوجہد، قربانیوں اور استقامت کی کہانیوں کا ایک طویل سلسلہ ھے جو ہفتوں، مہینوں، سالوں پر نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔ 14 اگست 1947 کے سنگ میل پر جدوجہد ختم ہونے کا یہ طویل باب اپنے دامن میں بے شمار روح فرسا داستانیں لئے ہوے ہے جس سے تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر صاحب نظر وفکر خوب واقف ہے۔ اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ مسلمانان برصغیر نے الگ وطن کا مطالبہ کیوں کیا؟ اس کا پس منظر جاننے کے لئے ہمیں گزشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کو جاننا ھوگا جب محمد بن قاسم ایک فاتح کی حثیت سے برصغیر میں وارد ہوا تو مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک حکمرانی کی اور رواداری، روشن خیالی اور فراخ دلی کی لازوال داستانیں رقم کیں جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی مگر جوں ہی سازشوں سے مسلمانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہوا اور اقتدار انگریز کے ہاتھ آ گیا تو انہوں نے حقائق کو جھٹلانے کی سعی کی کہ محرومی اقتدار کے باوجود مسلمانوں میں زندگی کے آثار تھے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب عہد رفتہ سطوت نے سر اٹھانا شروع کیا تو انگریز حکمرانوں نے پریشان ہو کر ہندووں کو ساتھ ملا کر عددی اکثریت کا جمہوری تصور پیش کیا تا کہ اس طرح مسلمان اقلیت کو مجبور اور محکوم رکھا جاے۔ اگرچہ یہ جمہوری فلسفہ ایسے ملک کیلئے مفید ہے جہاں ایک عقیدہ کے لوگ بلحاظ قوم آباد ہوں مگر جہاں مختلف اقوام آباد ہوں وہاں یہ فلسفہ جمہوریت اکثریت کو اقلیت پر حکمرانی کا موقع فراہم کرتا ہے۔مسلمانوں کی انگریز سے دشمنی فطری تھی کہ انہوں نے اقتدار ان سے چھینا تھا شائد یہی وجہ ہے کہ مسلمان انگریزوں کے مخالف تھے اور ان سے اقتدار واپس لینے کے لئے ہندووں سے اتحاد چاہتے تھے مگر ہندو اکثریت کے بل بوتے پر انگریز کے بعد حکمرانی کا خواب دیکھنے لگے۔ ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے غلام رہنے والے ہندووں نے موقع کو غنیمت جانا اور سازشوں میں لگ گئے ان کے قلب ونظر کا فساد سامنے آنا شروع ہو گیا مگر انگریز سامراج اور ہندووں کی باہمی ریشہ دوانیاں سیاسی مکر وفریب معاشی تعلیمی اور سیاسی ابتری مسلمانوں کو چاروں شانوں چت نہ کر سکیں اور مسلمان مسائل ومشکلات کے باوجود ہندووں سے اتحاد سے جدوجہد کرنا چاہئیے تھے ان حالات میں سر سید احمد خان آگے بڑھے جہنوں نے حالات کیمطابق پالیسی بناء اور اس حکمت عملی کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر بنا کر سیاسی ومعاشی صورت کو اچھا کیا اور جمہوری طریق سے آئینی راستہ دکھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان قومی زندگی میں آگے بڑھنا شروع ھوے یہ آزادی کا سفر تھا جس سے مزید چراغ روشن ہوے اور آزادی کی تحریک آگے بڑھنا شروع ہوء۔علی مسلم یونیورسٹی کی تحریک اس سلسلہ کی کڑی تھی۔ البتہ اس کے باوجود مسلمان کوشاں رہے کہ اپنی جداگانہ حثیت کے باوجود ہر دو اقوام ملکر جدوجہد کریں۔مسلمانوں کی خواہش کے باوجود اردو کو نشانہ بنایا گیا اور سنسکرت ہندی کے نفاذ کا بے جا مطالبہ ہوا پھر تقسیم بنگال جس سے مسلمانوں کو کچھ فوائد کی توقع تھی پر ہندو کے رد عمل نے اس کے مقاصد عیاں کر دیئے اس حوالے سے پر تجویز کو رد کیا گیا یہ وہ حالات تھے جن میں مسلمانوں نے آگے

بڑھنے کا فیصلہ کیا مگر ہندو سے تعاون جاری رکھا مگر ہندو یہ برداشت نہ کرسکے کہ مسلمان آگے بڑھیں اور تنظیمی طور پر یکجا ہوں- سر سید احمد خان کی تحریک علی گڑھ کے نتیجہ میں مسلم لیگ معرض وجود میں اءمگرکوشش یہ رہی کہ اپنے جداگانہ ملی وجود کے باوجود اجتماعی جدوجہد آزادی کو نقصان نہ ہو-لیگ کا سالانہ اجلاس ہر اس جگہ رکھا جاتا جہاں کانگریس کا اجلاس ہوتا تاکہ دونوں اقوام مل کر سیاسی جدوجہد کریں اور ان میں ہم آہنگی ہو تاکہ فرنگی ہم میں تفریق پیدا کر کے منزل آزادی دور نہ کر دے-اس کی بنیادی وجہ سامراج دشمنی تھی ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ اکثریت اقلیت کو مطمئن کرتی ہے-مگر یہاں معاملہ الٹ تھا1916 کا لیگ کانگریس معاہدہ لکھنواس کی واضح مثال ہے جہاں تک عملی جدوجہد کا تعلق ہے بمب ء میں لارڈ ویلگنڈن کے خلاف مظاہرہ جس کی قیادت قائداعظم محمد علی جناح نے کی ایک کھلا ثبوت ھے یہاں تک کہ انہیں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا اس واقع کی یادگار میں بمب ء میں ہال تعمیر کیا گیا جو آج بھی موجود ہے یہ سب کچھ ایک اقلیتی قوم کی طرف سے تھا جس کا جواب اکثریتی قوم نے یوں دیا کہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کیلئے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کی گئیں صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مسلمانوں کی متاع عظیم تاجدار مدنیہ، ثانی کوثر محمد رسول اللہ کے خلاف دل آزار لٹریچر شائع کیا گیا مگر مسلم راہنماوں نے انہیں انفرادی کاوشیں قرار دے کر نظر انداز کیا جبکہ ہندووں کی جانب سے نہرو رو پورٹ کے ذریعے مسلمانوں کی جداگانہ حثیت کو ختم کرنے کی سعی کی گ ء- یہی وہ دور ہے جب علامہ اقبال جیسے حقیقت شناس نے دسمبر 1929 میں آلہ آباد کے مقام پر لیگ کے سالانہ اجلاس میں برصغیر کے سیاسی مسئلہ کا واحد حل کشمیر سرحد سندھ پنجاب اور بلوچستان پر مشتمل الگ مملکت کا قیام قرار دیا تھا مگر اس وقت قوم نے اس پر کان نہ دھرا اور کوشاں رہی کہ ھر دو اقوام مل کر جدوجہد کے لئے سمجھوتہ کریں مگر جب 1935 کے ایکٹ کے تحت عام صوبائی انتخابات میں کانگریس کی کامیابی کے ساتھ صوبوں میں حکومتیں بنیں تو پہلا کام وردھیا ند تعلیمی اسکیم نافذ کر کے ہندو ہندی کے منصوبہ پر کام شروع کر دیا اور پنڈت نہرو نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل کرنے کی مہم شروع کر دی اور طاقت کے نشہ میں اعلان کر دیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک انگریز اور دوسری کانگریس-جس پر ہر دو اقوام کے سفیر محمد علی جناح نے مشترکہ جدوجہد سے مایوس ہو کر اعلان کیا کہ دو نہیں تین طاقتیں ہیں اور تیسری مسلمانوں کی ہے- ہندو نے اس حقیقت سے انحراف کیا بلکہ مسلمانوں کو کانگریس میں شامل کرنے کی سعی کو تیز کر دیا ابھی کانگریسی اقتدار کا کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ پیر پور کمیٹی کی رپورٹ سامنے آگئی جس پر مسلمانوں نے بھرپور ردعمل دیا اور خود کو منظّم کرنا شروع کر دیا اس طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک طرف آزادی کے لئے مل کر جدوجہد کی کاوش جاری رکھی جبکہ دوسری طرف کانگریس کے ہندو، ہندی اور ہندوستان جیسے عزائم تھے-ان حالات میں 1937 میں لیگ کو عوامی تنظیم بنا کر مسلم قوم کو بیدار کیا گیا اور منظّم کرنے کا کام شروع ہوا اس دوران پیر پور کمیٹی کی رپورٹ کے بعد کانگریسی صوباء حکومتیں

ختم کر دی گئیں تو لیگ جو منظّم ہو چکی تھی نے بھرپور انداز میں یوم نجات منایا اور دوڈھاء سال میں متحد و متفق ہو کر 23 مارچ 1940 کو اقبال پارک موجودہ مینار پاکستان کی جگہ عظیم الشان سالانہ اجلاس منعقد کر کے علامہ اقبال کی رائے کے مطابق مسلمانان برصغیر کے مسائل کا واحد حل الگ مملکت قرار دیا- تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر صاحب فکر ونظر جانتا ہے کہ اس فیصلہ کے پس منظر میں ہندو کا تعصب اور تنگ نظری کا دخل ھے مگر ہندو نے مسلمانوں کے اس فیصلہ کو سنجیدہ نہیں لیا بلکہ مذاق اڑایا اور بعض نے تو گاو ماتا کی تقسیم سے تشبیہ دی پھر 1946 میں شملہ کانفرنس میں کانگریسی ردعمل نے عام انتخابات کی راہ ہموار کر دی تو لیگ نے اسے ریفرنڈم قرار دے کر چیلنج قبول کیا اور قیام پاکستان کے نعرہ کے ساتھ میدان میں آگ ء- اسلامیان برصغیر نے لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرا کے قیام پاکستان کے نعرہ کی تائید کر دی انگریز سامراج تقسیم کو روکوانے کے لئے 16 م ءکی کرپس اسکیم پیش کی تاکہ مسائل ومطالبات کو تسلیم کر کے تقسیم ہند کو روکا جاسکے- ہندو کو دس سال کا عرصہ دیا گیا مگر وہ مسلمان اقلیت کو مطمئن نہ کر سکی- لیگ نے اس اسکیم کو قبول کر لیا کہ اس طرح قیام پاکستان ممکن تھا اگر ہندو قیادت تنگ نظر نہ ہوتی اور مدبرانہ انداز رکھتی تو اس اسکیم کو قبول کر لیتی مگر حقائق سے فرار کرنے والے ہندو کو تو ہندو ہندی اور ہندوستان کے علاوہ کوء دلچسپی نہ تھی نہرو نے اس اسکیم کو اس لئے تسلیم کر لیا کہ اس مملکت اسلامی کا قائم رہنا اس کے نزدیک ممکن نہ تھا مگر دنیا نے دیکھا کہ مسلمان قوم نے 23 مارچ 1940 کو جس منزل کا انتخاب کیا وہ اتحاد ایمان اور تنظیم کی بدولت صرف سات سال کے عرصہ میں آئینی طریق سے پاکستان حاصل کر کے دنیا کے نقشہ پر اس وقت کی سب سے مملکت اسلامی معرض وجود میں اگ ء- ہندو نے تقسیم کا فارمولہ تسلیم کر کے جس طرح خون کی ہولی کھیل اور تبادلہ آبادی کے نام پر جس طرح قتل عام کیا اس سے اس کے بغض اور تعصب کا اندازہ ھوجاتا ھے تقسیم کے بعد ہونا تو یوں چاہئیے تھا کہ حقیقتوں کو تسلیم کر کے اچھے ہمسایوں کی طرح رہتے مگر کشمیر پر غیر قانونی قبضہ اور پاکستان کے لئے ہر ممکن مسائل پیدا کر کے ختم کرنے کی سعی الغرض ہر وہ حربہ استعمال کیا گیا جس سے پاکستان کے مسائل بڑھیں 1971 میں عسکری قوت سے پاکستان کو دولخت کر کے برہمن زادی اندرا گاندھی کہتی ہے کہ دوقومی نظریہ غلط ثابت

ہوگیا اور خلیج بنگال کی نذر ہو گیا ہے گویا پاکستان کی بقا کا کوء جواز نہیں ہے وہ اج کا بنگلہ دیش دیکھ لیں کہ مجیب کے مجسموں کے ساتھ اہل بنگال نے جو کیا ہے اور ثابت ہوا دوقومی نظریہ اج بھی زندہ ہے پھر کشمیر میں آج بھی تحریک حریت کو دبانے کے لئے ہر حربہ آزمایا جا رہا ہے جس سے ہندو کا تعصب بولتا ہے۔

اج کا روز سعید تقاضا کرتا ہے کہ ہم مملکت اسلامی کے قیام کے وقت رب جلیل سے کیا ھوا وعدہ پورا کرنے کا عہد کریں یہ بات پیش نظر رہے کہ جس روز پاکستان کا قیام عمل میں آیا وہ نزول قرآن کی مبارک ساعتوں 27 رمضان المبارک جمعتہ الوداع کا دن تھا یوں یہ عطیہ ربانی ھے یہ محض اتفاق نہیں ھے بلکہ قرآن السعیدین تھا لہذا آج ہر مسلمان پاکستانی جس شعبہ سے تعلق رکھتا ھے وہ اس کی تعمیر وترقی کے لئے عہد کرے یوم آزادی کا یہی پیغام ہے۔

بارہ برس بعد بھی راکھ میں دبی چنگاریاں: روہنگیا کا کربناک سفر

تحریر: فضل حسین اعوان

بارہ سال پرانی تحریر میرے سامنے ہے—میری اپنی تحریر۔ وقت جیسے تھم گیا ہو۔ دنیا بدل گئی، جغرافیے بدلے، حکمران بدلے، نظام بدلے، لیکن اگر کچھ نہیں بدلا تو وہ ہے روہنگیا مسلمانوں کا نصیب، ان کی تڑپتی ہوئی زندگی، ان کی خاکستر ہوتی ہوئی اُمیدیں۔

جب 2013 میں میں نے یہ سطریں لکھی تھیں تو دل لرز رہا تھا۔ انسانیت کے ماتھے پر کلنک بن کر ابھرتے وہ مناظر آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہیں—وہ تصاویر جن میں عورتوں کے پیٹ چاک کر کے معصوم بچوں کو زندہ جلایا جا رہا تھا، کمسن بچے پھانسیوں کے پھندوں میں جھول رہے تھے، لڑکیاں فٹ پاتھوں پر اجتماعی زیادتی کے بعد لاش بن چکی تھیں، اور برمی فوج کے ٹرکوں میں لاشیں سمندر میں پھینکی جا رہی تھیں۔

ایسی بربریت کہ الفاظ دم توڑ جائیں، قلم لرزنے لگے، اور آنکھوں سے بہتا ہوا خون بھی شرما جائے۔

اور اب، بارہ برس بعد، اگست 2025 میں ہم جب پلٹ کر دیکھتے ہیں تو منظر بدلنے کے بجائے اور زیادہ ہولناک ہو چکا ہے۔ اب بھی روہنگیا مسلمانوں کی نہ شناخت ہے، نہ شہریت، نہ تحفظ۔ جو میانمار میں باقی ہیں، وہ بدترین ظلم و ستم سہہ رہے ہیں، اور جو بنگلہ دیش ہجرت کر گئے، وہ پناہ گزین کیمپوں میں قید ایک بینام زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی دنیا، دو الفاظ میں سمیٹ دی جائے تو وہ ہے: "بے وطن" اور "بے بس"۔

2013 میں جو انکشاف ہوا تھا کہ بھارت میانمار میں چالیس لاکھ مسلمانوں کو ختم کر کے وہاں بندرگاہ بنانا چاہتا ہے، وہ آج بھی عالمی ضمیر کے لیے ایک کھلا سوال ہے۔ منموہن سنگھ کا دورۂ میانمار، بھارت کی سرمایہ کاری، اور اس کے بعد فوراً بدھ مت کے انتہاپسندوں کا مسلمانوں پر حملہ—یہ سب کچھ ایک مربوط منصوبے کی عکاسی کرتا ہے۔

ارکان (راکھائن) ریاست کا محلِ وقوع، گوادر کی طرح ایک اسٹریٹیجک ساحلی اہمیت کا حامل ہے، اور یہی بھارت کی نظروں کا مرکز بنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برمی فوج اور بودھ انتہاپسندوں کو بھارت کی خفیہ سرپرستی حاصل ہوئی۔ ہتھیار، مالی مدد، اور سیاسی حمایت—سب کچھ فراہم کیا گیا تاکہ مسلمانوں کی زمین ہتھیائی جا سکے۔

جب مظلوم روہنگیا مسلمان دریا عبور کر کے اس آس میں بنگلہ دیش پہنچے کہ مسلمان بھائی انہیں سینے سے لگا لیں گے، تو وہاں بھی بارود نے ان کا استقبال کیا۔ مجیب الرحمٰن کی بیٹی، شیخ حسینہ، نے انہیں بنگلہ دیش کے لیے ایک خطرہ قرار دے کر ان پر گولیاں چلوا دیں۔ کچھ فائرنگ سے مارے گئے، کچھ دریا میں ڈوب گئے، اور جو بچ نکلے وہ آج بھی کاکس بازار کے پناہ گزین کیمپوں میں تڑپ رہی زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ تعلیم، نہ علاج، نہ روزگار، نہ تحفظ—صرف زندہ رہنے کی جدوجہد، وہ بھی بغیر کسی مستقبل کے۔ مجیب الرحمٰن کی بیٹی بنگلہ دیش سے فرار ہو کے بھارت میں ماضی کی راکھ کرید رہی ہے۔ بنگلہ دیش میں حسینہ شیخ کے فرار کے بعد بہت کچھ بدل گیا مگر اگر نہیں بدلا تو روہنگیا کے پناہ گزینوں کا یہاں بھی مقدر نہیں بدلا۔ وہ اسی طرح لاوارث ہیں جس طرح بنگلہ دیش میں وہ مسلمان جو خود کو پاکستانی

کہلواتے ہیں پاکستان ان کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بنگلہ دیش اپنے ہاں رکھنا نہیں چاہتا۔ ان پاکستانیوں اور روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار بنگلہ دیش میں ایک جیسی ہے۔ مقدر بھی ایک طرح کا۔ کیا مستقبل بھی ایسا ہی ہوگا؟

پہلی جنگِ عظیم ایک پولش نوجوان کے قتل سے شروع ہوئی تھی۔ لاکھوں مارے گئے۔ لیکن لاکھوں روہنگیا مسلمانوں کا قتل، ان کی عورتوں کی بے حرمتی، ان کے بچوں کی نسل کشی، یہ سب کچھ اقوامِ متحدہ، او آئی سی، اور دنیا کے ضمیر کو بیدار نہ کر سکا۔

ہمیں مطالعہ پاکستان میں پڑھایا جاتا ہے کہ ایک لڑکی کی پکار پر محمد بن قاسم برصغیر کی طرف لپکے راجہ داہر پر جھپٹے اور اس لڑکی کو انصاف دلایا۔ کشمیر کی فلسطین کی اور روہنگیا کی کتنی بیٹیاں محمد بن قاسموں کو پکار رہی ہیں۔ مگر پورے عالم اسلام میں محمد بن قاسم کہیں ہے کہ نہیں ہے؟

کیا وجہ ہے کہ جب یہ ظلم مسلمانوں پر ہوتا ہے تو انسانی حقوق کی تنظیمیں فقط مذمتی بیانات پر اکتفا کرتی ہیں؟ کیا ان کے آنسو مخصوص نسلوں اور علاقوں کے لیے مختص ہیں؟ کیا امتِ مسلمہ کی لاشیں اتنی بے وقعت ہو چکی ہیں کہ ان پر احتجاج کرنا بھی وقت کا ضیاع سمجھا جاتا ہے؟

2025 کی سنگین صورتحال

آج بھی میانمار کی فوج روہنگیا مسلمانوں کو گاؤں سے بیدخل کر رہی ہے، ان کے گھروں کو نذرِ آتش کیا جا رہا ہے، عورتوں کو درندگی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، اور مردوں کو بغیر مقدمے گرفتار کر کے غائب کر دیا جاتا ہے۔ بچوں کو جبری طور پر فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے یا غلام بنا کر بیچ دیا جاتا ہے۔

انسانی امداد دینے والی تنظیموں کو راخائن میں کام کرنے سے روکا جا رہا ہے، بعض کے اہلکار قتل ہو چکے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے جوائنٹ ریسپانس پلان کو مالی امداد صرف 22 فیصد ملی ہے، جو ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

قانونی محاذ: امید کی دھندلی کرن

عالمی فوجداری عدالت نے میانمار کے سینئر جنرل مین آنگ ہلائنگ کے خلاف وارنٹ جاری کرنے کی درخواست دی ہے۔ ان پر اجتماعی قتل، جبری نقل مکانی، اور انسانیت کے خلاف جرائم کے الزامات ہیں۔ لیکن میانمار میں اس کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ یہ صرف قانونی دستاویزات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، جبکہ قاتل دندناتے پھر رہے ہیں۔

اقوام متحدہ کی آئندہ کانفرنس: پھر ایک علامتی عمل؟

اقوام متحدہ نے 30 ستمبر 2025 کو ایک عالمی کانفرنس کا اعلان کیا ہے۔ اس میں میانمار کے مظالم پر گفتگو ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی ماضی کی طرح صرف تقاریر کا ایک اجلاس ہوگا؟ یا واقعی مظلوموں کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا جائے گا؟

ضمیر کی عدالت میں آخری پکار

آج بھی وقت ہے۔ امتِ مسلمہ کو، اسلامی ممالک کو، اور انسانیت کے علمبرداروں کو جاگنا ہوگا۔ او آئی سی کو اب محض بیانات کے بجائے عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔ عالمی عدالتوں کو صرف فیصلے نہیں، نفاذ کی طاقت بھی دکھانی ہوگی۔ بصورتِ دیگر، آنے والی نسلیں ہم سے سوال کریں گی کہ جب روہنگیا مسلمان جل رہے تھے، تو تم خاموش کیوں تھے؟ جب ان کے بچے دربدر تھے، تو تم نے ان کی آواز کیوں نہ سنی؟ جب ان کی بیٹیاں برباد ہو رہی تھیں، تو تم کہاں تھے؟

روہنگیا مسلمانوں کی زندگی اب بھی تاریکی میں ہے—ایسی تاریکی جو اماوس کی رات سے بھی گہری ہے، ایسی گھٹن جس میں نہ روشنی ہے نہ ہوا۔ اگر انسانیت کی لاج باقی ہے، اگر ایمان کی کوئی رمق باقی ہے، تو ہمیں اب الفاظ سے آگے بڑھنا ہوگا۔ ہمیں ان کے لیے جینا ہوگا، بولنا ہوگا، اور لڑنا ہوگا—ورنہ ہماری خاموشی بھی ایک جرم بن جائے گی۔

معاشرے کی بے حسی

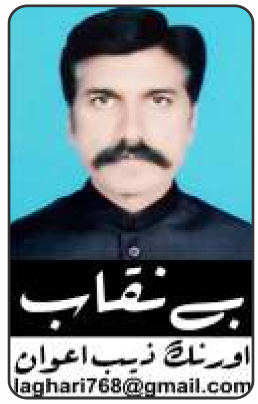

انسان شہرت کی بلندیوں کو چھونا چاہتا ہے۔ یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ اس میں جنس کی کوئی قید نہیں۔ مگر ہماری معاشرتی بے حسی ہے۔ کہ ہم صرف اور صرف مردوں کو یہ حق دیتے ہیں۔ خواتین کو اس کے بارے میں سوچنے پر بھی سزا سنا دی جاتی ہے۔ اگر کوئی مرد ماڈلنگ، ایکٹنگ کرے یا گرل فرینڈ رکھے۔ تو اسے اس کی کامیابی اور بلوغت تصور کیا جاتا ہے . یہی جسارت کوئی عورت کر لیں۔ تو اسے بدچلن، بدکردار جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ خاندان والے ایسی عورت کو اپنے لیے باعث بدنامی تصور کرتے ہیں۔ یہ فرسودہ اور گھٹیا سوچ ہماری معاشرتی گراوٹ کو عیاں کرتی ہے۔ موجودہ دور میں ہم لوگ سوشل میڈیا پر تعلقات استوار کرتے ہیں۔ لاکھوں لوگ سوشل میڈیا پر ہمارے فین بن جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تعلقات عارضی اور مصنوعی ہوتے ہیں۔ حمیرا اصغر اور عائشہ خان کی اذیت ناک اموات نے ہمارے معاشرے کے چہرے پر تعصب، تنگ نظری، جہالت کے اوڑھے ہوئے نقاب کو بے نقاب کیا ہے . عائشہ خان اور حمیرا اصغر دونوں فنکارہ تھیں۔ جنھوں نے متعدد ڈرامہ سیریل میں کام کیا.

ان کی اپنی ایک منفرد پہچان تھی . عائشہ خان کی لاش ان کے ذاتی فلیٹ سے ایک ہفتہ بعد ملی . اسی طرح سے حمیرا اصغر کی لاش سات ماہ بعد اس کے فلیٹ سے ملی . یہ وہ خواتین ہیں. جنھوں نے اپنی پہچان بنانے کی جسارت کی . ان کے گھر والوں نے ان سے قطع تعلق اختیار کر لیا . کیونکہ وہ اپنے عزیزوں و اقارب اور معاشرے والوں سے ڈرتے تھے. کہ لوگ کیا کہے گے . کہ آپ کی بیٹی ڈراموں میں کام کرتی ہے۔ وہ یقیناً بدچلن، بدکردار ہوگی . اس کے مردوں سے مراسم ہوگے۔ یہ الزامات ہمیشہ عورت ذات پر ہی کیوں لگائے جاتے ہیں۔ کبھی ان الزامات پر مرد کو بھی مرد الزام ٹھہرایا گیا ہے۔ عورت کی پیدائش ایک مرد کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کی شادی ایک مرد سے ہوتی ہے۔ اس کی بدنامی ایک مرد کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بیچاری عورت کا اپنا وجود اور پہچان کہاں ہے . وہ ساری زندگی مردوں کے معاشرے میں سہارے ڈھونڈتے گزار دیتی ہے۔ آخر کار اسے اذیت ناک موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کی موت پر بھی ہم لوگ قیاس آرائیاں کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ یہ ایسی ہوئی ہوگی۔ ویسے ہوئی ہوگی۔ عورت بھی انسان ہے۔ یہ بھی زندہ رہنا چاہتی ہے۔ کچھ بننا چاہتی ہے۔ اپنی مرضی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ مگر مردوں کے خود ساختہ غیرت مند معاشرے میں اس کو یہ حق حاصل نہیں۔ آج بھی اسے غیرت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے۔ عورت کو ناحق قتل کر کے پتہ نہیں . مردوں کی غیرت کیسے بچ جاتی ہے . بلوچستان میں شیتل نامی لڑکی کو پسند کی شادی کرنے پر قبیلے والوں نے اسے گولیاں مار کر قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کی وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل کی۔ جس میں درجن بھر مرد ایک نہتی عورت کو گولیاں مار کر قتل کرنے پر اپنی مردانگی اور غیرت کا ثبوت دے رہے ہیں . دنیا چاند پر قدم رکھ چکی ہے۔ مگر ہماری فرسودہ سوچ آج بھی تبدیل نہیں ہوئی۔ عورت بھی انسان ہے۔ اسے بھی وہ سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے۔ جو ایک مرد کو حاصل ہے۔ جب ہم لوگ اپنی ماں، بہن، بیوی، بیٹی کو ہسپتال لیکر جاتے ہیں۔ تو ہماری کوشش ہوتی ہے۔ کہ انہیں کوئی لیڈی ڈاکٹر چیک کرے۔ وہ لیڈی ڈاکٹر بھی کسی کی ماں بہن، بیوی، بیٹی ہوتی ہے۔ اس کی عزت بھی اپنی خواتین کی طرح کرے۔ عورت بدچلن بدکردار نہیں ہوتی۔ مرد اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد ہی اس کے جذبات سے کھیلتا ہے۔ وہ ہی اسے رسوا کرتا ہے۔ وہی اسے عزت سے نوازتا ہے .

عورت بیچاری کی تو کوئی مرضی نہیں۔ وہ تو اس دنیا میں محض مردوں کی نام نہاد عزت، غیرت کو بچانے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ مرد جو مرضی کرے۔ اسے پوچھنے والا کوئی نہیں. مرد جب کسی عورت سے ناجائز تعلقات استوار کرتا ہے۔ تو اس نے کبھی سوچا ہے۔ کہ یہ بھی کسی کی بہن، بیٹی ہے۔ جس طرح سے وہ اپنی خواتین کی عزت کی حفاظت کرتا ہے۔ کیا وہ دوسروں کی عزت کا محافظ نہیں بن سکتا۔ بات صرف اور صرف فرسودہ سوچ کو بدلنے کی ہے۔ جس دن ہم لوگوں نے اپنی فرسودہ سوچ، گھٹیا رسومات کو ترک کر دیا۔ ہمارا معاشرہ بے حسی اور تنزلی کی دلدل سے باہر نکل آئے گا۔ آئیں اپنی سوچ بدلیں اور خواتین کو حق زندگی دیں۔

یقیناً کی کہانی

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر حسین بانو

صدارتی ایوارڈ یافتہ، مصنفہ "رسول اکرم ﷺ کی سفارتکاری اور خارجہ پالیسی"

مدرسے کے لیے ایک صفائی والی کی ضرورت تھی۔ یہ پہلی بار "یقیناً" سے ملاقات تھی۔

بکھرے بال، بکھرا ہوا وجود، منتشر سوچیں، شوہر کی ٹھکرائی ہوئی، محبت سے محروم۔۔۔ مگر دل ایسا، جو بیتحاشا محبت لٹانے کے لیے بیتاب تھا۔

بیٹے کا نام آتا تو آنکھوں میں ایک چمک سی آجاتی۔

یہ کہانی ان گنت غریب عورتوں کی طرح تھی، جو بلوچستان کے سنگلاخ چٹانوں اور سخت دلوں والے دیہی معاشرے میں اکثر سننے کو ملتی ہے۔

شوہر چھوڑ دیتا ہے، نان ونفقہ نہیں دیتا، الٹا بچہ بھی چھین لیتا ہے۔

میں نے "یقیناً" سے کہا:

"چھوڑ دو اس شخص کو جو تمہارا نہیں ہے۔"

لیکن میرے جیسے شہری ماحول کی عورت کے لیے یہ کہنا جتنا آسان تھا، اس کے لیے اتنا ہی مشکل۔

بیٹے کی یاد میں آنکھیں برس پڑتیں۔ میں حیران ہوتی کہ اتنی نازک، معصوم لڑکی کو کوئی کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

"وہ کہتا ہے میں دماغی مریض ہوں، جھلی ہوں۔۔۔"

اس نے بے قراری سے سر کو چھوا اور میرا دل لرز اٹھا۔

میں نے اسے ادارے میں کام کی پیشکش کی:

"چائے بنانی ہوگی، صفائی، ٹیچرز کے لیے خدمت۔۔۔"

اس نے ہر بات پر سر ہلا دیا۔ کبھی انکار نہ کیا۔

استادوں سے اچھا تعلق، بچوں سے محبت۔

کچھ عرصے بعد، شوہر نے بیٹے کو اسکول میں داخل کرا دیا۔ شاید صلح ہوگئی ہو۔

یوں "یقیناً" ہمارے ساتھ ہوگئی۔

جب میں کراچی سے واپس آتی تو دیکھتی، وہ اب پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔

اب وہ باتوں کا جواب بھی دیتی، چہرے پر خوشی جھلکتی۔

ادارے میں دیانتداری سے کام کرتی، کبھی غیر حاضر نہ ہوتی۔

ایک بار میں ایک مشہور کالج کی پرنسپل سے ملی، جو 19ویں گریڈ کی سرکاری افسر تھیں۔

خوبصورت، باوقار، بااخلاق۔

میری دین داری سے متاثر تھیں اور چاہتی تھیں کہ میں ان کے پاس بیٹھا کروں۔

انہوں نے اپنی ناکام شادی کا ذکر کیا، میں حیران رہ گئی۔

"اتنی پیاری خاتون کو بھی کوئی چھوڑ سکتا ہے؟"

انہوں نے کہا:

"حسین، شاید اللہ ہمیں آزاد رکھتا ہے تاکہ ہم خدمتِ خلق بہتر کر سکیں۔"

بلوچستان کی گرم ریت میں بکھری ہوئی "یقیناً" کی طرف پھر دل مڑ گیا۔

وقت گزرتا گیا۔

شوہر دوبارہ بچے کو چھین لے گیا— اذیت دینے کے لیے۔

"باجی، وہ بھی اپنے باپ کی طرح ہے، علم کی قدر نہیں۔"

میں نے کہا:

"تو تم مدرسے میں پڑھا کرو۔ قاعدے سے شروع کرو۔۔۔ مشکل ہے، ناممکن نہیں۔"

"یقیناً" نے پڑھنا شروع کر دیا۔

اس کا پیارا بھائی اکثر مدرسے آتا، کبھی چھوڑنے، کبھی دودھ لے کر۔

قاری صاحب بتاتے کہ وہ فجر کی جماعت میں شریک ہوتا۔

اللہ کے دین نے اثر دکھانا شروع کیا۔

ایک دن خبر ملی:

"باجی، یقیناً کے بھائی کو قتل کر دیا گیا۔۔۔"

میں سناٹے میں آگئی۔

خون میں لت پت لاش۔

میں نے کہا:

"یہ خبر آنٹی کو نہ دینا، میں خود بتاؤں گی۔"

مدرسہ، مسجد، اسکول بند ہوگئے۔ پورا علاقہ سوگوار۔

دس دن تک ہو کا عالم رہا۔

پھر جب میں وہاں گئی تو معلوم ہوا، کہانی وہی تھی جو ازل سے ہے:

زر، زن اور زمین۔

ایک عورت کی وجہ سے فساد، ایک ناحق قتل۔

مظلوم قبر کے نیچے، قاتل آزاد، وزیر کی سرپرستی میں۔

ماں بیٹے کی قبر پہ بیٹھ گئی، دوپٹہ پاؤں میں ڈال کر انصاف مانگتی رہی۔

وہ بھائی جس نے کبھی بہن کے آنسو نہ دیکھے، خود خون میں لت پت کر دیا گیا۔

اس کی جوان بیوہ، خالی جھولی، پریشان حال بھائی۔۔۔ سب بکھر گئے۔

پھر وقت گزرا، "یقیناً" واپس آئی۔

ویسی ہی جیسے ہمیں پہلی بار ملی تھی— اجڑی ہوئی، بیحال۔

"باجی، بھائی کے جانے کے بعد سب کچھ خالی لگتا ہے۔۔۔"

میں نے کہا:

"یقیناً، میں تمہاری کہانی لکھوں گی۔"

اس نے آہستگی سے کہا:

"باجی، نہ لکھیں۔ ایک بھائی چلا گیا، باقی پہ حرف نہ آئے۔۔۔"

میں خاموش ہوگئی۔

اللہ پہ چھوڑ دیا۔

وہی انصاف کرے گا۔

"یقیناً" اب بھی کام کرتی ہے، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتی ہے۔

اف! اس دامن بھرا ہے۔۔۔ اور میرا۔۔۔ خالی

حمیرا اصغر قتل یا موت

تحریر: ثمینہ رحمت منال

پورے میڈیا پہ آج کل حمیرا اصغر کے قتل یا موت کا کیس چھایا ہوا ہے کہ اس کی موت کس طرح ہوئی، کیوں ہوئی، کن حالات میں ہوئی۔ ہر ٹی وی چینل پر سوشل میڈیا اکاؤنٹ پہ اس کی موت پہ سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔ الزام داغے جا رہے ہیں۔ ماں باپ، بہن بھائی، خاندان کو موردالزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میڈیا کی خاموشی جو کہ اس کی گمشدگی سے شروع ہوئی اور لاش ملنے کے بعد وہ خاموشی توڑی گئی کہ اب اصل حقائق سے پردہ اٹھانے والی مر چکی ہے۔ اپنے قتل سے، خودکشی سے یا موت کی وجہ سے دنیا کو بتانے والی دنیا سے جا چکی ہے اور اب پورے ملک میں صف ماتم بچھا دیا گیا ہے جتنے منہ اتنی باتیں کا راگ الاپا جا رہا ہے۔ پاکستان کی شوبزنس انڈسٹری سے وابستہ افراد کے لیے گروپ بنا دیے گئے ہیں۔ ان کی خیر خبر لینے کیلئے کمیٹی بنا دی گئی ہے تا کہ حمیرا اصغر کی لاش کی بدبو اور سوالیہ نشان دوبارہ پیدا نہ ہو سکیں۔ پوری دنیا میں پاکستانی میڈیا ذلت نہ کما سکے جو ذلت انہیں پوری دنیا کے باشعور طبقے سے مل رہی ہے اور پاکستان پوری دنیا میں عورتوں کے تحفظ کے حوالے سے سوالیہ نشان بن چکا ہے۔ میں پہلے بھی ایک کالم میں ذکر کر چکی ہوں کہ پاکستان اور ہندوستان میں فلم اور ڈرامہ انڈسٹری سے وابستہ خواتین کو شہرت تو مل جاتی ہے لیکن عام عوام ان خواتین کو عزت نہیں دیتی۔ ان کے ساتھ کھڑے ہو کے تصویر کھنچوانے والے افراد فلم یا ٹی وی دیکھتے وقت ان کے جسم کو اپنی آنکھوں کے ہر بے شرم زاویوں سے دیکھنے سے باز نہیں آتے۔ ان کے رقص ان کے ڈائیلاگ ان کی پرفارمنس پہ جنسی درندے بن کے ناقدین کا فرض نبھاتے ہیں اور ایسا کرنے کی اجازت انہیں میڈیا مالکان دیتے ہیں کیونکہ دونوں ممالک میں عام عوام کی رائے یہی ہے کہ خواتین کو فلم یا ٹی وی پہ کام ملنے سے پہلے بہت سے ہاتھوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کی عزت کا سودا کیا جاتا ہے۔ کسی ایک دو سے نہیں بلکہ بے شمار مردوں سے اور یہی وہ سوچ ہے جس کی وجہ سے ان خواتین کے حصے میں سوچ کی وہ پاکیزگی نہیں آتی جس پاکیزگی کا تصور معاشرے میں ایک راہ چلتی لڑکی کے بارے میں بھی ناپید ہو چکا ہے۔ وہ باپردہ ہو یا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہو وہ آتے جاتے لوگوں کی جنسی درندگی یا ذہنی گند کا نشانہ ہر حالت میں بنتی ہے۔ ان مردوں کے گھٹیا جملے ان کو سننے پڑتے ہیں جوان پہ کسے جاتے ہیں۔ ان کی روح کو چھلنی کرنے کیلئے ان کی سوچ پہ پہرے بٹھانے کیلئے انہیں ذہنی اذیت دینے کیلئے کہ تم جو بھی کپڑے پہنو جو بھی لباس زیب تن کرو چاہے تمہاری پاکیزگی کی گواہی دینے کیلئے خدا فرشتے بھی زمین پر اتار دے تب بھی تم عورت ہو اور ہم مرد۔

تمہیں وہ سب کچھ سننے کیلئے کہیں گے جو ہم تمہیں سنانا چاہتے ہیں۔ قرآن اور رسول؟ نے عورت کے محرم مقرر کر دیے۔ باپ بھائی، شوہر بیٹا اور کچھ اور خونی رشتے جہاں تقدس کو شرم و حیا کو لاج کو زندگی کا پہلا قانون بنا دیا گیا کہ بہن جتنی بھی خوبصورت ہو اسے گندی نظر سے دیکھنے کی اجازت بھائی کو نہیں ہے۔ بیٹی جیسی بھی خوبرو نکل آئے باپ کو اس پہ شہوت کی نظر ڈالنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ایسی ہر نظر کو پھوڑنے کا، اس نظر کو جھکانے کا، اسے احترام سکھانے کا سلیقہ بھی خدا نے بخشا ہے۔ آج کا دور کیونکہ ماڈرن دور ہے تو یہ محرم صرف خون کے رشتے نہیں رہے بلکہ پولیس، ڈاکٹرز، عدالت، جج، وکیل وہ سب لوگ اس محرم کی فہرست میں شامل ہو چکے ہیں جن کے ذمے شہریوں کی خاص طور پر خواتین کی عزت و آبروؤں کے تقدس ان کی حرمت کی ذمہ داری عائد ہے۔ وہ سب لوگ ماڈرن زمانے کے محرم ہیں جو اگر پولیس ہو تو اس کی شکایت پہ اس کو بیٹی ہونے کا بھائی ہونے کا احساس دلائے اور مجرموں کو عبرتناک سزا سنائے۔ ڈاکٹر اس کے جسم کے کسی حصے کو کسی بیماری کی وجہ سے ٹٹولے بھی تو اسے پتا ہو کہ وہ مسیحا ہے اور اس کی نیت میں فتور نہیں ہے نہ کبھی آئے گا۔ اس کے آگے مریض عورت کا جسم جسم نہیں ہوگا بلکہ اس میں چھپی بیماری کو ڈھونڈ کر اس کا علاج کرنا اس کے زیر نظر ہوگا۔ اس علاقے کے وزیر کونسلر کا کام اپنے علاقے کے چھوٹے بڑوں اور خواتین کی مشکلات سننا اور انہیں بہتر طریقے سے حل کرنا ہوگا تا کہ ہر بیٹی کی ہر بیٹے کی داد رسی ہو ان کی فریاد سنی جا سکے کیونکہ کونسلر وزیر یا مشیر کا عہدہ ملنے کے بعد وہ شخص اپنے علاقے اپنے شہر کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتوں کا محافظ بن جاتا ہے، محرم بن جاتا ہے اور یہی ذمے داری ملک کے صدر یا وزیراعظم کی ہوتی ہے کہ اسے فکر ہو کہ جیسے عمر ڈرتے تھے کہ اگر دریا رکنارے کوئی کتا بھی پیاسا مر گیا تو اس کا سوال عمر سے کیا جائے گا۔ لہٰذا صدر یا وزیراعظم کا منصب عام شخص کیلئے نہیں ہوتا بلکہ خاص افراد کیلئے ہوتا ہے تا کہ وہ پورے ملک کی نگہبانی کے فرائض ادا کر سکیں اور اس کے ملک میں کوئی بچی تڑپے، کوئی بیٹی آہ بھرے، کوئی ماں بددعا دے تو اس کی آہ تڑ اور بددعا کو سکون چین اور دعا میں بدلا جا سکے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

اب آ گئی بات میڈیا کی۔ میڈیا مالکان کی پروڈیوسرز، ڈائریکٹرز، ایکٹرز کی۔ تو وہ سب ایک خاندان ہوتے ہیں سب ایک دوسرے کے محرم ہوتے ہیں جہاں ہر کوئی حصول روزگار کے لئے

ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ مقصد صرف شہرت کمانا نہیں ہوتا بلکہ رزق کمانا ہوتا ہے۔ کسی کو شوق اس انڈسٹری میں لے آتا ہے تو کسی کو رزق کی روٹی روزی کی تلاش اس پرفریب دنیا میں لے آتی ہے مگر یہ جادو نگری یہ طلسماتی دنیا کبھی اپنی انڈسٹری سے وابستہ خواتین کو زندہ لاش بنا دیتی ہے تو کبھی حمیرا اصغر کی گلی سڑی بدبودار لاش بنا دیتی ہے اور اس لاش پہ بھی سیاست کا آغاز ہوتا ہے۔ اپنی خباثت چھپانے کیلئے، میں اپنے تجربے سے جانتی ہوں کہ دنیا میں کوئی لڑکی، کوئی عورت، کوئی ماں، کوئی بہن، کوئی بیٹی اکیلی ہونا نہیں چاہتی۔ اکیلی رہنا نہیں چاہتی لیکن اسے اکیلی کیا جاتا ہے مفاد پرست دنیا میں مطلب پرست دنیا میں وہ عورت اگر برطانیہ میں ہو تو برطانوی شہریت کے بھوکے درندے پہلے اس عورت کو تاڑ کے اسے کاغذات پکے کروانے کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو برطانوی قوانین کے منہ پہ زوردار طمانچہ مارنے کیلئے اس عورت کو بدنام ورسوا کرنے کی سازش تیار کرتے ہیں۔

جنگلی بلیوں کے جسم سے پیدا شدہ زہریلے سانپ بن کے اگر ان عورتوں کی زندگیوں میں شوہر بن کے شامل ہو بھی جائیں تو شادی کا مقصد اولاد پیدا کرنے کا مقصد صرف اور صرف برطانیہ، امریکہ اور یورپ کی شہرت کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ وہ عورت اگر مصنفہ، ادیبہ اور شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ خودمختار ہو۔ خوبصورت ہو تو اس کا قلم چھیننے کے لیے اس کی خوبصورتی اپنے قبضے میں کرنے کیلئے بڑے بڑے بااثر افراد مل کے سارے محکمے خریدتے ہیں۔ اسے پاگل ثابت کرتے ہیں اور اس کی اولاد، اس کی شاعری، اس کی نثر اس کی صحت، اس کی زندگی اس کے موبائل فون سب کچھ اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں کہ جو ہتھے نہیں چڑھی وہ تو کبھی نہیں بسی کہ جو ساتھ ہمارے ہنسی وہ کیوں نہ ساتھ ہمارے پھنسی۔ اور اگر وہ عورت ایک بائیس سال کی خوبرو اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈرامہ ایکٹرس ہو۔ حمیرا اصغر ہو تو وہ لوگ جو اس کے جسم تک رسائی حاصل نہ کرسکیں وہ اس پر جسم فروشی کا الزام لگا کے اسے بدنام کر کے اس سے اس کے ماں باپ، بہن بھائی، خاندان والے سب چھین لیتے ہیں۔ اسے اکیلا کرتے ہیں۔ شوبزنس کے اس خاندان کیلئے جو کبھی خاندان ہوتا ہی نہیں ہے۔ جہاں ایک اکیلی عورت موقع ہوتی ہے ذمہ داری نہیں۔ وہ گوشت پوست کا ایک جسم ہوتی ہے روح نہیں۔ وہ سانس لینے والی گڑیا ہوتی ہے بولنے والی لڑکی نہیں۔ وہ احساسات و جذبات سے عاری ایک جیتی جاگتی زندہ لاش ہوتی ہے جسے ایک بےکفن لاش سمجھ کے نوچنے والے درندے منہ کھولے بیٹھے ہوتے ہیں کہ خاندان سے کٹ کے اکیلی ہو کے بھی اگر ہماری شہوت اور ہوس کا نشانہ بننے کیلئے تیار نہیں ہے تو اس سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا جائے اس کی لاش گلنے سڑنے کیلئے چھوڑ دی جائے اسے برباد کر دیا جائے اور جب مار کے سکون مل جائے جب اسے جسم کی قید سے آزاد کر کے اپنے جرائم کی پردہ پوشی کر لی جائے تو اس کی روح کو قبر میں بھی سسکنے کیلئے چھوڑ دیا جائے اس سے کروڑوں کہانیاں منسوب کر دی جائیں اور خاندان میں اسے برا بنا کے پیش کرنے والے اس سے خاندان کو لاتعلق کرنے والے خود خاندان بن کے

سامنے آجائیں۔ مجرم مل کے اس جرم کی تفتیش شروع کر دیں جو جرم ان سب نے مل کے کیا ہوتا ہے اور سزا کے تازیانوں کا رخ اس کے خاندان کی طرف موڑ دیا جائے۔ ماں اور اولاد کا تعلق بہت گہرا ہوتا ہے کیونکہ اولاد خواہ کہیں بھی ہو وہ ماں کے جسم کا حصہ ہوتی ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ایک ماں کو دس مہینے تک یہ احساس ہی نہ ہوا ہو کہ اس کی بیٹی مرچکی ہے۔ ایک لاش بن چکی ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ اسے بیٹی کی لاش کی بدبو نہ آتی ہو۔ بہن کی عزت کا محافظ پڑھا لکھا باپ، بھائی کیسے اپنی بہن پہ، اپنی بیٹی پہ زمانے کے لگائے ہوئے الزامات کو سچ سمجھ کے اپنی بیٹی، اپنی بہن سے لاتعلق ہو سکتے ہیں۔ ایک بچوں کی ماں تو لندن جیسے شہر میں محفوظ نہیں ہے تو پاکستان کے شہر کراچی میں ایک اکیلی لڑکی محفوظ ہو یہ بات باپ بھائی ماں نے کیسے تصور کر لی۔ اس کی سہیلیوں نے ساتھی اداکاراؤں نے اسے کام دینے والے پروڈیوسرز نے اس کے محلے داروں نے کیسے یہ تصور کر لیا کہ کراچی میں اکیلی رہنے والی ان کی کولیگ ان کی ساتھی فنکارہ زندہ بھی ہے یا زندگی سے ہاتھ دھو چکی ہے۔ جن دس بارہ یا چودہ افراد کو اس نے غالباً اپنی موت کے دن یاد کیا وہ سب اس کے فون سننے سے کیوں کترائے۔ اسے کال واپس کیوں نہیں کی۔ حمیرا اصغر کی موت موت نہیں ہے ایک اجتماعی قتل ہے جو ہم سب نے کیا ہے۔ اس کے باپ بھائی ماں رشتہ داروں نے کیا ہے۔ اس کی ڈرامہ انڈسٹری نے کیا ہے۔ اس کے محلّہ داروں نے کیا ہے۔ اس کے مالک مکان نے کیا ہے۔ وہ قتل جو اس پیسے نے کیا ہے جہاں وہ صرف ڈرامہ انڈسٹری میں ایک پھول جیسی اداکارہ بن کے خوشبو پھیلا رہی تھی۔ لازوال کردار نبھا رہی تھی مگر ان سب نے اس پھول کو شاخ سے توڑ کر پھول کی ایسی لاش بنا دیا جو مر کے بھی مرجھا کے بھی بدبودار بنا دیا گیا کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حمیرا اصغر کی بدبودار لاش ہی دراصل اس کے جسم کی وہ خوشبو ہے اس کے کردار کی وہ پاکیزگی ہے جسے کوئی محسوس کرنا نہیں چاہتا اور وہ گلی ہوئی لاش ہی اس کی پاکیزگی کا خدا کی طرف سے ثبوت ہے کہ وہ لڑکی اگر بدکردار ہوتی اس کے کوئی یار ہوتے تو وہ اسے زندہ لاش بنانے کیلئے ہر رات اس کے دروازے پہ دستک دیتے مگر وہ تو دس مہینے لاش بن کے پڑی رہی جو کہ خدا کی گواہی ہے۔ خدا کی طرف سے اس قوم کیلئے اس عوام کیلئے عبرت ہے جو خواتین کو خاص طور پر خودمختار خواتین کو کچلنا ان پہ طعنے کسنا ان کو بے آبرو کرنا اپنا بنیادی حق سمجھتے ہیں تو آپ سب لوگ میڈیا سے وابستہ خواتین کو وہ عزت دینا شروع کریں جس کی وہ مستحق ہوتی ہیں۔ اپنی زبان کو لگام دینا سیکھیں جو قابو سے باہر ہے۔ دنیا میں ہر بھائی اپنی بہن کے ساتھ کھڑے ہونا سیکھے جو دنیا کے لگائے ہوئے الزامات پہ بہن کے لئے اژدہا بن جاتا ہے اور بھائی کے منصب سے گر جاتا ہے۔ خدا حمیرا اصغر کو اپنی پناہوں میں لے کے جنت کے اس حصے میں آباد رکھے جہاں دنیا کی زبانوں پہ موجود زہر کا ذائقہ بھی اس کو چکھنے کو نہ ملے اور مجرموں کو عزت کا نشان بنائے۔ آمین

پاکستان پیشین گوئیوں کے تناظر میں

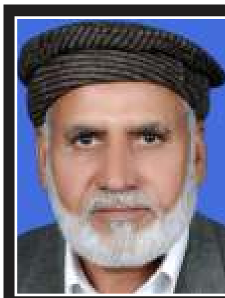

تحریروتحقیق: محمد فاروق عزمی

"ایک دیوانہ ایک جنگل میں تنکے چُن رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ دن دور نہیں جب پاکستان کی ہاں اور ناں میں اقوامِ عالم کے فیصلے ہوا کریں گے۔" یہ پیشین گوئی آج سے قریب چار دہائیاں قبل دارالاحسان سالار والا فیصل آباد کے مکین بابا جی صوفی برکت علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ انہوں نے مزید فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو عزت اور وقار عطا فرمائے گا۔ صوفی برکت علی لدھیانوی 1911 عیسوی میں ضلع لدھیانہ (ہندوستان) کے ایک گاؤں برہمی میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کا نام میاں نگاہی بخش تھا۔ تعلق جاٹ برادری سے تھا۔ نوجوانی میں فوج میں شمولیت اختیار کرلی۔ جنگ عظیم دوم میں استعفیٰ دے کر اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں مشغول ہوگئے۔ ذکر الٰہی، خدمت خلق، اور دین کی دعوت و تبلیغ زندگی کا نصب العین رہا۔ 26 جنوری 1997 کو وصال فرمایا۔ آپ کی یہ پیشن گوئی کہ پاکستان کی ہاں اور نہ میں اقوامِ عالم کے فیصلے ہوں گے، بہت مشہور ہوئی۔ الکھ نگری کے ممتاز مفتی نے لکھا۔ ہم بابا جی سے ملنے گئے، جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد بابا جی نے فرمایا، لوگو جان لو کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب UNO کوئی قدم اٹھانے سے پہلے پاکستان سے پوچھے گی "میں یہ قدم اٹھالوں"۔

مرحوم اشفاق احمد پاکستان کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ پاکستان کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرح ہے۔ جس طرح حضرت صالح کی اونٹنی معجزے سے بنی تھی اسی طرح پاکستانی کا قیام بھی معجزہ تھا۔ جس کسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوا۔ پاکستان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا اسے ذلیل وخوار ہونا ہوگا۔ ممتاز مفتی کے بقول قدرت اللہ شہاب نے انہیں بتایا کہ وہ ہالینڈ میں اسلامی کتابوں کی دنیا کی سب سے بڑی لائبریری میں مطالعہ کررہے تھے کہ ان کی نظر سے ایک ایسا قلمی مسودہ گزرا، جس میں لکھا تھا کہ امام بری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ہمارے علاقے میں ایک شہر آباد ہوگا جو دنیا کے اسلامی ملکوں کا مرکز بنے گا۔ حضرت واصف علی واصف علیہ رحمہ نے اپنے افکار و اقوال میں پاکستان کے بارے براہ راست پیشین گوئیاں تو کم بیان کی ہیں، لیکن انہوں نے پاکستان بارے جو روحانی وفکری بصیرت پیش کی ہے۔ وہ پیش گوئی کے زمرے میں آسکتی ہے۔ کیونکہ ان کا اندازِ بیان اشارتی، روحانی اور عارفانہ ہوتا تھا۔ ان کے ایک دو قول یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ "پاکستان کوئی زمینی حادثہ نہیں یہ ایک روحانی صداقت ہے" یہ قول دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پاکستان کا قیام محض سیاسی یا جغرافیائی فیصلہ نہ تھا، بلکہ اس کے پیچھے الٰہی حکمت اور دین اسلام کی بقا کا راز ہے، ایک اور جگہ فرماتے ہیں

"اس ملک کو بنانے والے فنا ہوگئے، مگر ان کا اخلاص باقی ہے اور اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا۔ پھر فرمایا

"پاکستان نور ہے اور نور کو زوال نہیں۔

چودہویں صدی عیسوی میں ایک ایرانی صوفی بزرگ ہوگزرے ہیں جن کا نام نعمت اللہ شاہ ولی تھا۔ آپ شام کے شہر حلب میں 730 ہجری بمطابق 1330 عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا کے ممالک کا سفر کیا۔ آپ فارسی زبان کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ آپ کی ایک طویل نظم "قصیدہ" بہت مشہور ہوئی۔ اس نظم کے ہزاروں شعر ہیں، ہر شعر آنے والے وقت کی پیشین گوئی ہے۔ یہ ایسی پیشین گوئیاں ہیں جو بعد میں حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ صدیوں بعد پیدا ہونے والے حکمرانوں کے نام اور واقعات کو نعمت اللہ شاہ ولی نے اپنے اشعار میں درج کیا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں مغل سلطنت کے بادشاہوں کے عروج وزوال، برصغیر کے سیاسی سماجی اور مذہبی حالات بارے ان کی پیشین گوئیاں حرف بہ حرف سچ ہوتی چلی آرہی ہیں۔

نعمت اللہ شاہ ولی کے بعض اشعار (شعری پیشین گوئیاں) کو بعض علما اور اہل فکر ونظر نے قیامِ پاکستان سے متعلق تعبیر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار نعمت اللہ شاہ ولی کی طرف منسوب کیے۔ جاتے ہیں۔

به هندوستان چوں ظلم وستم بیش بود
از اہل کفر ہر طرف آگے فتنہ و شر بود
پیدا شود مردی کہ با ایمان بود
نام ولے از سرِ مردان نہاں بود
از مغرب ہند لشکر آید پر از جلال
باشد شعارش لا الہ الا اللہ

ترجمہ! جب ہندوستان میں ظلم وستم بڑھ جائے گا اور کافروں کا فتنہ وشر ہر طرف پھیل جائے گا۔ تب ایک باایمان مرد پیدا ہوگا، جس کا نام پوشیدہ مردانِ خدا سے ہوگا۔ وہ مغرب ہند (یعنی پنجاب، سندھ یا موجودہ پاکستان کی سمت سے) لشکر لے کر آئے گا۔ اور اس کا نعرہ "لا الہ الا اللہ" ہوگا۔ علما، صاحب علم اور اہلِ فکر ونظر نے اس کی تعبیریوں کی ہے کہ "مغربِ ہند" سے مراد برصغیر کے مغربی علاقے یعنی آج کا پاکستان سمجھا گیا۔ "باایمان مرد" کو بعض نے قائداعظم محمد علی جناح سے منسوب کیا ہے اور شعارش "یعنی لا الہ الا اللہ کو پاکستان کے قیام اور اس کے اسلامی نعرے کی طرف اشارہ مانا گیا۔ کیا خبر کہ اہلِ فکر ونظر نے ان اشعار کی جو تعبیر کی ہے اس حقیقت کا نام "پاکستان" ہو۔

حضرت مہاجر مکی کا مسلمانانِ ہند میں بڑا اثر ورسوخ تھا۔ مسلم غیر مسلم سب ان کا احترام کرتے تھے۔ وہ ہندوستان میں اسلامی ریاست کے قیام کے خواہاں تھے۔ انگریز ان کے سخت مخالف لیکن ان سے ڈرتے بھی تھے۔ اس لیے انہیں گرفتار نہ کرتے کہ گرفتاری پر حالات خراب ہو جائیں گے۔ کسی بدبخت انگریز نے ان کی تذلیل کے لیے ان کے ہاتھ باندھ کر برسرِ عام ان کا جلوس نکالا۔ ایک لحیم شحیم سیاہ فام مجذوبِ مست نے جلوس کا راستہ روک لیا، وہ مہاجر مکی سے مخاطب ہو کر بولا

"دیکھ یہ نہ سمجھیو کہ تیری یہ کوشش رائیگاں گئی جو بیج تُو نے بویا ہے نوے سال بعد اس میں سے کونپل پھوٹے گی"

یہ 1857ء کا واقعہ ہے اور ٹھیک 90 سال بعد 1947 میں پاکستان قائم ہوا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) نے انگریز حکومت کے دور میں ایک موقع پر فرمایا تھا۔ "ایک وقت آئے گا جب یہاں (برصغیر میں) مسلمانوں کا الگ ملک ہوگا جو اسلام کا قلعہ ہوگا۔"

مشہور دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی نے قیام پاکستان سے پہلے فرمایا تھا۔ "ان شاءاللہ ایک دن ایسا آئے گا جب مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک بنے گا جہاں وہ شریعت پر آزادی سے عمل کرسکیں گے۔" حضرت علامہ محمد اقبال نہ صرف شاعر مشرق تھے بلکہ روحانی بصیرت کے حامل مفکر بھی تھے 1930 میں انہوں نے اللہ آباد میں خطبہ دیا جس میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علاحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ ان کی بعض نظموں کو روحانی پیشین گوئی کی حیثیت دی جاتی ہے۔۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش

بعض حلقے اقبال علیہ رحمہ کی شاعری کو مستقبل کے اسلامی "احیا" کی پیشین گوئی بھی سمجھتے ہیں۔

باباولی قلندر جو باباولی قندھاری کے نام سے بھی معروف ہیں اور دیگر کئی صوفیائے کرام، سیاسی اور مذہبی راہنماوں نے پاکستان کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں، جن میں بعض مذہبی، روحانی اور تجزیاتی نوعیت کی ہیں۔

باباولی قلندر نے کہا تھا۔ "پاکستان ایک روحانی مرکز بنے گا"۔

اللہ تعالیٰ کے بزرگ و برتر اور برگزیدہ بندے جو اپنی تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی، اس کی عبادت واطاعت زہد وتقویٰ کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جب چاہیں اپنی خصوصی عنایت سے ولی، ابدال، قطب یا غوث جیسے اعلیٰ وارفع روحانی مراتب پر فائز فرما دیتے ہیں۔ پھر وہ ہاتفِ غیبی، القا اور الہام کا ادراک حاصل کرلیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے۔ "میری امت کے بعض علما اسرائیل کے پیغمروں کی مثل ہوں گے" صوفیا؟ کرام کے نزدیک علما سے مراد یہی گروہ؟ علما ہے جن کی کہی ہوئی باتیں حرف بہ حرف حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اور جب عشروں یا صدیوں بعد یہ باتیں یا پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوتی ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حالیہ پاک بھارت جنگ کے بعد دنیا بھر میں پاکستان کی عزت و وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان نے اس جنگ میں خود کو ایک مضبوط اور ذمہ دار ایٹمی طاقت کے طور پر ثابت کیا۔ پاکستان نے خطے میں دفاعی حکمتِ عملی اور امن کی کوششوں میں توازن قائم رکھا۔ سفارتی سطح پر پاکستان کو قابل ذکر پذیرائی ملی۔ جس سے پاکستان کی فوجی کامیابی ایک سفارتی سرمائے میں تبدیل ہوئی۔ اگر پاکستان اپنی عزت و وقار کو مزید پختہ کرنا چاہتا ہے تو پاکستان کے اندر گڈ گورننس اور بدعنوانی کے خاتمے کے لیے موثر اقدام کرنا ہوں گے۔ معاشی استحکام اور انسانی ترقی کو بہتر کرنا ہوگا۔ ہم نے اپنے مضمون میں مختلف بزرگانِ دین اور اہل فکر ونظر کی جو پیشین گوئیاں درج کی ہیں۔ یہ پاکستان کو ایک روحانی مرکز، اسلام کا قلعہ اور ایک عظیم امتِ مسلمہ کی امید کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ مگر ان کا پورا ہونا ہماری کوشش، دیانت داری، اتحاد اور تقویٰ پر منحصر ہے۔ اللہ کریم پاکستان کو سربلندی عطا فرمائے۔ آمین

تاج محل

تحریر: عمر سندھو

تاج محل کا نام، سنتے ہی، آگرہ، شاہجہاں، ملکہ ممتاز کے نام ذہن میں آتے ہیں، لیکن تاج محل صرف امیروں کیلئے مخصوص نہیں، غریبوں کو بھی کم از کم خیالی تاج محل تعمیر کرنے کا حق ہوتا ہے،

یہ اور بات کہ شرمندہ تعبیر نہ ہوں
ورنہ ہر ذہن میں کچھ تاج محل ہوتے ہیں

ایسے ہی غریبوں کے ایک تاج محل کی روداد بیان کر رہا ہوں، عمیر ایک متوسط سے بھی نیچے یعنی غریب گھرانے کا ایک نوجوان، جورٹے، شٹئے مار کر یونیورسٹی تک پہنچ گیا، اس کا والد ایک عام کلرک تھا لیکن محدود آمدنی کے باوجود اس نے اپنے بیٹے کو اعلی تعلیم دلانے کا تہیہ کر رکھا تھا، عمیر، نے کبھی نہیں سمجھا تھا کہ وہ ایک غریب گھرانے کا فرد ہے، اس کے دوست کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے چال ڈھال اور وضع قطع میں وہ بھی ایک اچھے گھرانے کا فرد لگتا تھا، یونیورسٹی میں پہلی دفعہ اس کو لڑکیوں کے ساتھ پڑھنے کا موقعہ ملا، کلاس فیلوز میں عاتکہ سب سے مغرور لڑکی تھی، وہ باقی لڑکیوں کی نسبت بہت زیادہ خوبصورت نہ تھی لیکن ایک بڑے افسر کی بیٹی ہونے کا نشہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس لئے وہ کسی لڑکے کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ اس سے بات بھی کر لے، کبھی اتفاقا کسی لڑکے سے اس کی بات ہو جائی تو وہ لڑکا ہواؤں میں اڑنے لگ جاتا، ہوسٹل میں لڑکے بیٹھتے تو یہی ذکر ہوتا کی عاتکہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟، عمیر سے وہ کبھی کبھار، صرف سٹڈی کے متعلق بات کر لیتی، تو وہ بھی سمجھتا کہ شاید اس کا یونیورسٹی میں داخل ہونے کا مقصد پورا ہو گیا، یہ عمر خواب دیکھنے کی ہوتی ہے، کبھی کبھار سوچتا کہ ماسٹرز مکمل ہونے کے بعد وہ اگر سی ایس ایس، کر گیا تو عاتکہ کے گھر رشتہ بھیجے گا، لیکن کبھی جرات نہ ہوئی کہ یہ ارادہ کلاس کے کسی لڑکے کے ساتھ بھی شیئر کر لے، وہ 5 دن اس کی زندگی کا سرمایہ تھے جب کلاس کو ایک سٹڈی ٹور کیلئے مری، نتھیا گلی جانا تھا، عاتکہ بھی ساتھ تھی، لڑکے، لڑکیاں خوب مستی کرتے رہے لیکن عاتکہ نے وہاں بھی کسی کو لفٹ نہ کرائی، آخری روز جب سب کو واپس آنا تھا تو ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے طلبہ و طالبات کو اجازت دے دی کہ وہ مال سے کچھ شاپنگ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، وہ ایک گفٹ شاپ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ وہاں سنگ مرمر سے بنا تاج محل کا خوبصورت ماڈل عاتکہ کو بہت پسند آ گیا، لیکن اپنے پیسے وہ خرچ کر چکی تھی، اتفاق سے عمیر بھی اسی دوکان میں موجود تھا، عاتکہ نے اس سے کہا کہ وہ اگر یہاں اتنے پیسے ادا کر دے تو لاہور جاتے ہی لوٹا دے گی، عمیر کیتو جیسے نصیب جاگ اٹھے، اس نے فورا تاج محل کیلئے ادائیگی کر کے رسید حاصل کر لی، دوکاندار نے کہا کہ اس کی فنشنگ اور پیکنگ میں کچھ وقت لگے گا، آپ بازار میں گھوم پھر

لیں، جاتے ہوئے اپنا تاج محل لے لیجئے گا، عاتکہ ایک لڑکی تھی، یہ بھاری گفٹ اٹھانے سے قاصر، اس نے عمیر سے کہا کہ پلیز اس کے روم تک پہنچا دے، اب عمیر کے جو دل کی کیفیت تھی وہ ایسے تھی جیسے واقعی رانجھے کو ہیر مل گئی ہو صاحبہ کی مرزا سے شادی طے ہو گئی ہو، وہ یہی سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ عاتکہ نے اس سے ہی کیوں پیسے لئے، حالانکہ باقی سارے کلاس فیلوز امیر زادے تھے، شاید عاتکہ بھی اس کو دل ہی دل میں پسند کرنے لگ گئی ہو، ان ہی خیالات میں مگن وہ بھول گیا کہ اس کو عاتکہ کا تاج محل، گفٹ شاپ سے لے کر ریسٹ ہاوس تک پہنچانا ہے، ریسٹ ہاوس میں پہنچے تو ڈین بہت غصہ میں تھے کہ سٹوڈنٹس نے شاپنگ میں بڑی دیر کر دی، اس نے جلدی میں سب کو بس میں بیٹھنے کا حکم دیا کہ تین گھنٹے میں ان کو راولپنڈی ریلوے اسٹیشن پہنچنا تھا، تاخیر کی صورت میں ٹرین چھوٹ جانے کا خدشہ تھا، عمیر کو تاج محل اس وقت یاد آیا، جب ان کی بس مری سے نکل چکی تھی، اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ڈین سے کہہ کر بس رکواتا، اس طرح وہ لاہور پہنچ گئے، عاتکہ سمجھتی رہی کہ شاید اس نے دوسروں سے بات چھپانے کیلئے اپنے سامان میں رکھ لیا ہے، لاہور پہنچ کر عاتکہ نے تاج محل کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑے غم زدہ لہجہ میں کہا کہ وہ جلدی میں ریسٹ ہاوس پہنچ گیا تھا اس لئے تاج محل تو گفٹ شاپ میں ہی رہ گیا، عاتکہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا لیکن اس کے بعد کبھی اس سے بات بھی نہ کی، دو ماہ بعد ان کی فیئر ویل ہوئی، جس کے بعد امتحانات ہوئے، تعلیم مکمل ہو گئی اور پھر وہ کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملے، زندگی آگے گزرتی گئی، کبھی کبھار عمیر سوچتا کہ کاش وہ تاج محل، عاتکہ کو دے دیتا تو اس کے دل میں اس کیلئے گنجائش پیدا ہو جاتی، عاتکہ پڑھائی مکمل کرنے کے بعد کہاں گئی کچھ پتہ نہ چلا، عمیر کو بھی جاب مل گئی، پھر اس کی شادی بھی ہو گئی، اپنی شریک حیات کو نئے سفر کے آغاز میں مری گھمانے لے گیا، وہ بیگم کے ساتھ مال میں گھومتے ہوئے اسی گفٹ شاپ کے پاس پہنچ گیا , بیگم صاحبہ گفٹ شاپ کے ساتھ ہی واقع ریڈی میڈ کپڑوں کی دوکان میں گھس گئی جو صرف خواتین کیلئے مخصوص تھی، عمیر کو باہر انتظار کرنا تھا، اچانک اس کی نظر گفٹ شاپ کے مالک پر پڑی دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا، وہ شخص ضرورت سے زیادہ ہی ایماندار نکلا جس نے کئی سال بعد بھی وہ گفٹ ایک سائیڈ پہ پیک کر کے رکھا ہوا تھا، وہ گفٹ وصول کر کے آیا تو ربیعہ بیگم کپڑے دیکھ کر باہر آ گئیں، نئے نویلے شوہر کے منہ سے،، سرپرائز گفٹ،، کا سن کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی، تاج محل اس کو بھی ضرورت سے زیادہ پسند آیا، وہ بڑے شوق سے گفٹ لے کر واپس آئی اور سلیقہ سے ڈرائینگ روم میں سجا دیا، اس کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی کہ اس دور میں بھی بیوی کو تاج محل ،پیش کرنے والے شوہر موجود ہیں، کاش اس تاج محل کی کہانی ربیعہ کو معلوم ہو جاتی تو اس کا دل اور تاج محل دونوں ہی ٹوٹ جاتے۔

(کہانی کے کردار اور واقعات فرضی ہیں کوئی مماثلت محض اتفاق ہوسکتا ہے)

گورنمنٹ ہائی سکول فاروق آباد نور پور تھل شاندار روایات کا حامل ادارہ

گورنمنٹ ہائی سکول فاروق آباد نور پور تھل صحرائے تھل کا ایک سکول ہے جو یہاں کے بچوں کی تعلیمی پیاس کو بجھانے کیلئے مثالی کردار ادا کر رہا ہے۔

یہ سکول صحرا میں ایک نخلستان کی مانند ہے۔ اس ادارہ کو 2011ء میں سیکنڈری کا درجہ ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک یہ مثالی ادارہ متعدد اعزازات و ایوارڈز اپنے نام کر چکا ہے۔ جن میں سٹار ہیڈ ٹیچر ایوارڈ، سٹار ٹیچر ایوارڈ، ایس ٹی ای ایم ایوارڈ، آء ایس اے ایوارڈ اور ہیرو ٹیچر ایوارڈ شامل ہیں۔

2023ء میں تعلیمی بورڈ سرگودھا کے سالان امتحان میں دوسری پوزیشن کا اعزاز حاصل کیا اور اب 2025ء میں سکول ہذا کے ہونہار طالب علم محمد عثمان حیدر خان نے سالانہ امتحان تعلیمی بورڈ سرگودھا میں پہلی پوزیشن کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اس شاندار کامیابی کا سہرا سینئیر ہیڈ ماسٹر ملک امتیاز حسین بوڑانہ اور جملہ فرض شناس سٹاف کے سر ہے۔ سینئیر ہیڈ ماسٹر ملک امتیاز حسین بوڑانہ کی اعلیٰ اخداداد انتظامی صلاحیتوں، ہردلعزیز ٹیچرز رہنما ایم اللہ دتہ جاوید کی معاونت اور دیگر محنتی اور فرض شناس سٹاف کی بھرپور کوششوں سے یہ ادارہ نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں روز افزوں شاندار کامیابیاں حاصل کر رہا ہے اور یوں اس سکول کا تعلیمی ترقی کا سفر جاری و ساری ہے۔

بلاشبہ تعلیم ہی وہ واحد اور مؤثر راستہ ہے جو قوموں کو محرومیوں اور پستیوں سے نکال کر

چرچا پورے ضلع میں ہے۔ یہ دراصل اس ادارے کے اساتذہ کرام کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے سکول کے ماحول کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ سکول ھذا کیطلباء سرکاری سطح پر ہونے والے تحصیل و ڈسٹرکٹ لیول کی ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے ہیں اس ضمن میں کلچرل شو اور دیگر پروگرامز مقبولیت عامہ کے حامل ہیں۔ اس ادارہ کے سئینیر ہیڈ ماسٹر سمیت تمام اساتذہ کرام اس کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ مزید برآں سکول کونسل ممبران، نمائندہ والدین اور معززین علاقہ کا اس ادارے کے ساتھ تعاون بھی قابل صد ستائش اور لائق تحسین و آفرین ہے۔

اساتذہ کرام سینئر ہیڈ ماسٹر ملک امتیاز حسین بوڑانہ کی سرپرستی میں نہ صرف طلباء کی علمی تشنگی کو پورا کر رہے ہیں بلکہ ان کی اخلاقی تربیت کا فریضہ بھی بطریق احسن سرانجام دے رہیہیں۔ پنجاب کی خوبصورت ثقافت کو اجاگر کرنے کیلئے کلچر ڈے ہر سال 14 مارچ کو پورے پنجاب میں منایا جاتا ہے، گورنمنٹ ہاءسکول فاروق آباد نور پور تھل میں بھی اس ثقافتی دن کو پورے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

سرکاری سکولوں میں ہونے والے سالانہ ادبی مقابلہ جات میں بھی سکول ہذا کے طلباء سکول کے سینئر ٹیچر انچارج بزم ادب پروگرام کی راہنمائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ کھیل صرف تفریح کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی صحت کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

کھیل کھیلنے سے جسم چست و چالاک ہوتا ہے اور بچوں کو تندرست و توانا رکھنے کیلئے کسی بھی تعلیمی ادارے میں کھیلوں کی سرگرمیاں نہایت ہی ضروری ہوتی ہیں، اس میدان میں بھی اس ادارے کے طلباء کسی سے کم نہیں ہیں۔ موجودہ دور جدید سائنس کا دور ہے سائنس کی

تعلیم کے لیے صرف کتابوں پر انحصار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لیے عملی و تجرباتی تعلیم انتہائی ناگزیر ہے، محکمہ سکول ایجوکیشن ضلع خوشاب نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور 2020ء سے اب تک ضلع بھر میں کئی سائنسی مقابلہ جات منعقد کروائے جا چکے ہیں۔

اِن تمام مقابلہ جات میں گورنمنٹ ہائی سکول فاروق آباد نور پور تھل کے طلباء نے نہ صرف شرکت کی بلکہ شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ طلباء میں قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے حکومت پنجاب کے وژن کے مطابق اس سکول میں سٹوڈنٹ کونسل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔

شفاف احتسابی عمل کی ضرورت واہمیت مسلمہ ہے

شوریٰ ہمدرد اجلاس میں مقررین کا اظہار خیال

تحریر: اصغر علی کھوکھر

قیام پاکستان کے مقاصد اسی صورت پورے ہو سکتے ہیں جب اسے مالی، اخلاقی اور انتظامی کرپشن سے پاک کر کے بطور ایک اسلامی، فلاحی ریاست اقوام عالم کی صف اول میں کھڑا کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قانون کی بالادستی ہماری اولین ترجیح ہو اور ملک میں قانون کی بالادستی اُسی صورت ممکن ہے جب معاشرے میں شرح خواندگی سو فیصد ہو تا کہ وطن عزیز کا ہر بچہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے ہوئے حرام وحلال اور اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکے۔ ان

ایک اسلامی معاشرے میں احتساب کا تصور روزِ محشر کے برپا ہونے سے جڑا ہوا ہے، حقیقی احتساب وہ ہے جس میں انتقام کی بُو نہ ہو اور وہ آئین اور قانون کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہوا نظر آئے لہٰذا احتساب کرنے والے ہر ادارے اور فرد کو چاہئے کہ وہ انصاف کے تقاضے پورے کرے۔

شفاف احتسابی عمل کی ضرورت واہمیت

دیگر مقررین میں جناب قیوم نظامی، احمد اویس ایڈووکیٹ، کاشت ادیب جاودانی، ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی، پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری، رانا احمد خان، عمر ظہیر میر، انجینئر محمد آصف، ڈاکٹر یاسر معراج اور دیگر شامل تھے، نے کہا کہ احتساب صرف سیاست دانوں کا ہی نہیں ہونا چاہیے، ججوں، جرنیلوں اور بیوروکریٹس نے بھی مالی اخلاقی اور انتظامی

افراد قومی سرمایہ بلا خوف وخطر بیرون ملک منتقل کرتے ہیں جب کہ دیگر ممالک کے لوگ سرمایہ آپنے اپنے ملکوں میں لے کر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قومی مجرم قرار دے کر عبرت کا نشان بنائے بغیر وطن عزیز سے کرپشن کا تدارک محض خواب ہے جس کے دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں۔

مقررین نے زور دیا کہ چین کی طرح پاکستان میں بھی مالی کرپشن کی سزا موت ہونی چاہئے، جو ذمے دار لوگ پارلیمنٹ میں یہ قانون منظور ہونے کے راستے میں رکاوٹ ہیں، وہی درحقیقت مالی، اخلاقی اور انتظامی کرپشن کرنے والوں کے معاون اور مددگار ہیں۔ کرپشن کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کا ہر شہری نہ صرف اپنا شفاف احتساب کرے بلکہ انتخابات میں کرپٹ لوگوں کو ووٹ ڈالنے سے گریز بھی کرے تا کہ قومی خزانے

خیالات کا اظہار (ر) جسٹس ناصرہ جاوید اقبال کی زیر صدارت منعقد ہونے والے شوریٰ ہمدرد کے اجلاس میں مقررین نے کیا۔

اجلاس، جس میں سپیکر کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم نے انجام دیے۔ مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر سید طارق شریف زادہ نے کہا کہ اسلامی نظریاتی ریاست میں احتساب کی ضرورت واہمیت مسلمہ ہے جس معاشرے میں احتساب نہ ہو وہ خرافات سے پاک تصور نہیں کیا جا سکتا،

کرپشن کی انتہاؤں کو چھوا ہے۔ اگر سیاست دانوں نے بیرون ملک سرمایہ منتقل کیا ہے اور جائیدادیں بنائی ہیں تو بیوروکریٹوں، جرنیلوں اور ریٹائرڈ جج بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ آج ملک کا بچہ بچہ ویسے ہی تو مقروض نہیں ہو چکا اس کی وجہ اقتدار اور حاصلِ اختیارات والے سینہ زور ہیں، جو خود کو پاکستان کے آئین اور قانون سے بالاتر تصور کرتے ہوئے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں سے قانون کو موم کی ناک سمجھتے والے بااثر

کو لوٹنے والے اقتدار میں نہ آسکیں۔

مقررین نے شوریٰ ہمدرد کے اجلاس میں اس بات پر زور دیا کہ نیب اور ایف آئی اے سمیت انصاف اور شفاف احتساب کرنے والے اداروں کو سیاسی دباؤ سے آزاد کیا جائے تا کہ وہ ادارے کرپٹ عناصر کو نہ صرف یہ کہ عبرت کا نشان بنا سکیں بلکہ قوم کا لوٹا ہوا سرمایہ ان قومی مجرموں سے واپس لے کر قومی خزانے میں جمع کرا سکیں۔

کویت میں ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے انتقال پر ہر آنکھ اشکبار

ہمیشہ مسکراہٹیں بکھیرنے والا پوری کمیونٹی کو سوگوار کر گیا

سروے و رپورٹ: محمد عمر

ملک حبیب الرحمٰن اعوان، 1947 کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، 10 جولائی 2025 کو ان کے انتقال کی خبر نے پوری کمیونٹی کو سوگوار کر دیا، ملک حبیب الرحمٰن اعوان 1967 میں صرف 20 سال کی عمر میں بسلسلہ روزگار کویت پہنچے تھے، 58 سال تک کویت میں انتہائی متحرک کردار ادا کیا، ان کے بڑے بھائی ملک طفیل پہلے سے ہی کویت میں مقیم تھے جو پیپلز پارٹی کے رہنما تھے، انہوں نے بزنس کو ذریعہ معاش بنایا، وہ ہر محفل کی جان سمجھے جاتے تھے، جہاں بیٹھتے مسکراہٹیں بکھیرتے نظر آتے، لیکن پچھلے کچھ سالوں میں انہیں یکے بعد دیگرے گھرے صدمات کا سامنا کرنا پڑا جن کے باعث وہ اندر سے ٹوٹ گئے تھے جب ان کے جواں سال بیٹے ملک توفیق الرحمٰن کے دونوں گردے ناکارہ ہوگئے، گردے کی پیوندگاری کے باعث وقتی طور پر زندگی تو بچ گئی لیکن دوسال پہلے توفیق کی حالت پھر بگڑ گئی، اس مرتبہ موت نے زندگی کو شکست دے دی۔ کچھ عرصہ پہلے ان کی شریک حیات بھی داغ مفارقت دے گئی تھی۔۔ ان صدمات نے ملک حبیب کو اندر سے توڑ دیا تھا، وہ کئی ماہ سے امیری اسپتال میں زیر علاج تھے۔ ملک حبیب الرحمٰن اعوان کی نماز جنازہ میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی، کمیونٹی کی سرکردہ شخصیات کا ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے انتقال پر اظہار خیال:

افتخار گھمن، ممتاز بزنسمین: ملک حبیب الرحمٰن اعوان میرے دیرینہ ساتھی تھے، وہ بھائیوں کی طرح تھے، جب بھی میرے دفتر تشریف لاتے تو محفل کو کشت زعفران بنا دیتے، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ملک حبیب الرحمٰن اعوان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

پیر امجد حسین، صدر انصاف ویلفیئر سوسائٹی کویت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان، سے میرے بڑے دیرینہ تعلقات تھے،، وہ دلوں کو جیتنے کا فن جانتے تھے، صرف محبتیں بکھیرنا جانتے تھے، جس محفل میں جاتے، اس کو کشت زعفران بنا دیتے، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ملک حبیب الرحمٰن کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

زاہد بٹ، ممتاز کاروباری وسماجی شخصیت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے انتقال کی خبر سن کر ایسے لگ رہا ہے جیسے میرے اپنے ہی گھر کا کوئی فرد جہان سے آٹھ گیا، ملک صاحب سے تعلق 60 سال سے بھی پرانا تھا، وہ 1967 میں کویت آئے، ہم دونوں ایک ہی شہر سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے، وہ ہر کسی کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیرتے تھے، لیکن دوسال پہلے جواں سال بیٹے توفیق کے انتقال کے بعد وہ اندر سے ٹوٹ گئے تھے، اللہ تعالٰی ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین

سائیں نواز، بانی پاکستان کلچرل سوسائٹی کویت: ملک حبیب بڑے عظیم انسان تھے، وہ دوستوں کے دوست، تہجد گزار تھے، جب ملتے تو کہتے کہ، سائیں آپ کی بیٹی کیلئے تہجد کے بعد دعا کرتا ہے ہوں، وہ نماز، روزہ کے پابند تھے، باجماعت نماز ادا کرتے، کسی کو ان سے ملنا ہوتا تو کہہ دیتے کہ نماز ظہر فلاں مسجد میں باجماعت ادا کریں گے، وہاں آ جائیں۔ اللہ تعالٰی ملک حبیب الرحمٰن اعوان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے آمین

۔ملک طالب حسین صدیقی، نائب صدر، مسلم سنٹرن کویت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے انتقال پر دل خون کے آنسو رو رہا ہے، وہ انتہائی ملنسار اور ہمدرد طبیعت کے مالک تھے، 57 سال کویت میں رہے، انہوں نے بے شمار دوست بنائے، کبھی کسی کا دل نہیں توڑا، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ملک حبیب کو جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

محمد زبیر شرفی، صدر مسلم سنٹرن لیبر ونگ: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے ساتھ بہت اچھا وقت گذرا، وہ جس محفل میں بھی جاتے، اس کو کشت زعفران بنا دیتے، کوئی محفل ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی۔ دوسال پہلے بیٹے کے انتقال کا صدمہ برداشت کرنا، آسان کام نہیں تھا، اس سے پہلے ان کی شریک حیات بھی داغ مفارقت دے گئی تھی۔ اللہ تعالٰی ملک حبیب کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ نصیب فرمائے آمین

پروفیسر سید تسلیم اکبر: کویت میں پاکستانی کمیونٹی کی ہر دلعزیز شخصیت، پروفیسر سید تسلیم اکبر، 2017 میں کویت میں ملازمت کی میعاد مکمل کر کے مستقل طور پر پاکستان چلے گئے تھے، انہوں نے پاکستان سے اپنے پیغام میں کہا کہ ملک حبیب الرحمٰن اعوان کا، ان کے ساتھ تعلق انتہائی گہرا ہے، وہ جس دن کویت آئے، اسی دن سے ملک حبیب الرحمٰن اعوان ان کے دوست تھے، اکثر محفلوں میں ہم ساتھ ہی ہوتے تھے، ان کے انتقال کی خبر سن کر بہت دکھ ہوا، موت ایک حقیقت ہے لیکن ملک حبیب جیسے لوگ دلوں میں زندہ رہتے ہیں، اللہ تعالٰی ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین

میاں اشتیاق احمد، سیکرٹری جنرل پیپلز کلب کویت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے ساتھ تعلق نصف صدی سے بھی پرانا ہے، ان کے بڑے بھائی ملک طفیل پیپلز پارٹی کے سینئر رہنما اور بھٹو شہید کے سپاہی تھے، ملک حبیب بھی ایک عرصہ تک پیپلز کلب میں ہمارے شانہ بشانہ رہے، کچھ عرصہ پہلے وہ پی ٹی آئی میں چلے گئے تھے لیکن دوستوں کے ساتھ میل ملاپ میں کوئی فرق

نہیں آیا، پیپلز کلب کویت کے تمام اراکین ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے انتقال پر افسردہ ہیں، اور ان کی مغفرت اور بلند درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

خواجہ مختار علی، ممتاز بزنسمین و سماجی شخصیت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے ساتھ تعلق بہت پرانا تھا، وہ ایک انسان دوست اور درد دل رکھنے والے شخص تھے، کسی کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے تھے، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ملک حبیب کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے آمین

محمد سلیم انصاری، چیف ایگزیکٹو اعزاز انٹرنیشنل ٹریڈنگ کمپنی: ملک حبیب الرحمٰن اعوان ایک عظیم شخص تھے جو کسی کو بھی مصیبت میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے، ان کے ساتھ تعلق کئی دہائیوں پرانا تھا، وہ جس کسی سے بھی ملتے، اتنی محبت اور خلوص سے ملتے کہ ملنے والا ان کا گرویدہ ہو جاتا، ملک حبیب جیسی شخصیت کو بھلانا آسان نہیں، اللہ تعالٰی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

حکیم طارق محمود صدیقی، ممتاز، مذہبی و سماجی شخصیت: کویت میں مقیم پاکستانی کمیونٹی یوں تو گوہر ہائے نایاب سے بھری پڑی ہے، مگر بعض شخصیات اپنی انفرادی تابندگی اور اخلاقی رفعت کی بدولت ایک درخشندہ ستارے کی مانند ابھر کر منظر عام پر آتی ہیں، انہی شخصیات میں ایک نام ملک حبیب الرحمٰن اعوان کا بھی ہے جو اپنی ذات میں انجمن، اپنی زندگی میں ایک زندہ جاوید مثال تھے، وہ نہ صرف ایک خوش گفتار، خوش لباس اور مردم شناس فرد تھے بلکہ ان کا وجود سماجی ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور انسانی خدمت کا پیکر بھی تھا۔ ملک حبیب الرحمٰن اعوان کی وفات کی خبر کویت کی فضاؤں میں اس برق رفتاری سے پھیلی جیسے خشک جنگل میں شعلہ زن چنگاری گر پڑی ہو، ہر دل غم سے نڈھال اور ہر آنکھ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ ان کی وفات محض ایک فرد کا رخصت ہونا نہیں بلکہ ایک عہد کا خاتمہ ہے، وہ اکثر میرے مطب پر تشریف لاتے، ان کی آمد کویت کی سوق المسیل کے کاروباری ماحول میں قہقہوں کے ساتھ زندگی کی رمق لے آتی، وہ خوش طبع، ملنسار اور دردمند دل کے حامل تھے، ان کی زندگی کا ہر گوشہ خدمت خلق اور ایثار سے منور تھا، خصوصا جب ان کی شریک حیات کا انتقال ہوا تو وہ دکھ کی اس گہری کیفیت میں بھی حوصلے اور صبر کا کوہ گراں بنے رہے۔ ملک حبیب کی نماز جنازہ کویت کی قدیم اور معروف جناز گاہ میں ادا کی گئی جہاں خلق خدا کا بے مثال ہجوم ان کی محبتوں اور انسان دوستی کی گواہی دے رہا تھا، وہ لمحہ کتنا پرسوز تھا جب تدفین کے وقت بھی لوگوں کا جم غفیر، پرنم آنکھوں کے ساتھ وہاں موجود تھا، اللہ تعالٰی ملک حبیب کی دنیاوی لغزشوں کو معاف فرمائے، جنت میں درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور حوصلہ عطا فرمائے آمین۔

کویت: ملک حبیب الرحمٰن اعوان کی روح کے ایصال ثواب کیلئے تعزیتی اجلاس

کمیونٹی کی سرکردہ شخصیات کی شرکت، مولانا قاری سعید الرحمٰن کا، رقعت انگیز خطاب

کویت (محمد عمر) کویت میں 58 سال تک مقیم رہنے والے ملک حبیب الرحمٰن اعوان، جو گذشتہ ہفتہ راہی ملک عدم ہو گئے تھے، کی روح کے ایصال ثواب کیلئے حیطان کے ایک ریسٹورنٹ میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا، جس کا اہتمام ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے صاحبزادے ملک شفیق الرحمان اعوان نے کیا تھا۔ تعزیتی اجلاس میں مرحوم ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے اہل خانہ اور کمیونٹی کی ممتاز کاروباری و سماجی شخصیات نے شرکت کی کمپیئرنگ کے فرائض، ممتاز دینی و سماجی شخصیت حکیم طارق محمود صدیقی نے ادا کیئے جو نقابت کے شعبہ میں کویت میں کوئی ثانی نہیں رکھتے، انہوں نے ابتدائی کلمات میں ملک حبیب الرحمٰن اعوان کی کمیونٹی کیلئے خدمات کا ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ مرحوم ہر محفل کی جان سمجھے جاتے تھے، ہمیشہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک رہے، تلاوت قرآن کریم کی سعادت قاری رضوان عارف کے حصہ میں آئی جبکہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اعجاز احمد مغل نے پیش کی، خصوصی خطاب اور دعا کیلئے ممتاز دینی شخصیت و خطیب قاری سعید الرحمٰن کو مائیک پر آنے کی دعوت دی گئی، انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فلسفہ حیات و زیست بیان کیا، انہوں نے کہا کہ موت کے بعد صرف مومن کے اعمال ہی اس کے کام آتے ہیں، انہوں نے مرحوم کی مغفرت کیلئے دعا بھی کرائی، شرکاء کیلئے ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا تھا، شرکاء نے فردا فردا ملک حبیب الرحمٰن اعوان کے صاحبزادے ملک شفیق الرحمان اعوان سے اظہار افسوس کیا، مرحوم کی مغفرت اور لواحقین کیلئے صبر کی دُعا بھی کی۔

میرے بڑے بھائی اس دُنیا سے رُخصت ہوئے

پاکستان بزنس فورم کے عہدیداروں کا اعلان

پروفیسر خورشید رضوی کے اعزاز میں تقریب

امیر محمد خان

اس ہفتہ میرے بڑے بھائی شکیل محمد خان مجھ سے جدہ ہوگئے اور رضائے الٰہی سے ابدی دنیا میں چلے گئے، میرے بھائی ہی مجھے 43 سال قبل سعودی عرب لیکر آئے تھے وہ ایک باہمت انسان تھے سعودی عرب سے ریٹائرمنٹ کے بعد اہل خانہ کے ہمراہ پاکستان چلے گئے گزشتہ چند ماہ سے انہیں بیماری نے بستر پر لٹال دیا، وہ چار نونہال لڑکوں اور ایک صاحبزادی اور شریک حیات کو چھوڑ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، بڑے بھائی ہونے کے ناطے انکی ں حیثیت میرے والد سے کم نہیں تھی اسطرح وہ چار بیٹوں کو نہیں بلکہ پانچ بیٹوں کو اس دنیا میں چھوڑ گئے۔ گزشتہ دن پاکستان جرنلسٹ فورم نے انکے ایثال ثواب کیلئے جدہ میں ایک تعزیتی اجلاس رکھا جس میں موجود ہر مکتبہ فکر کے لوگ، جدہ میں موجود تمام صحافتی گروپوں نے بھر پور شرکت کی، میرے دوستوں نے سوشل میڈیا پر تعزیتی پیغامات لکھے جس وجہ دنیا بھر میں میرے محسنوں نے میرے بڑے بھائی کیلئے دعاء مغفرت کی اور ٹیلفون پر مجھ سے تعزیت کی۔ جدہ میں ہونیوالے تعزیتی اجلاس میں حلقہ دروس قران و احادیث کے سربراہ ممتاز اسکالر ڈاکٹر قاری عبدالباسط نے دعائے مغفرت کرائی اس موقع پر انہوں نے دنیائے آخرت کے حوالے سے ایک شاندار اور فکر انگیز درس دیا، تعزیتی تقریب میں سابقہ ڈپٹی چیئرمین سینٹ، جمعیت علمائے اسلام کے سیکریٹری جنرل رکن قومی اسمبلی مولانہ عبدالغفور حیدری، OIC کے اسسٹینٹ سفیر آفتاب احمد کھوکر، قونصل پریس محمد عرفان (انہوں نے مجھے بتایا کہ قونصل جنرل کی طبعیت ناساز ہے میں نے استفسار کیا کہ کیا ڈاکٹرز نے انہیں فون سننے یا کرنے سے بھی منع کیا ہے؟؟ اللہ انہیں صحت دے)، سابق وزیر چوہدری شہباز حسین، مسلم لیگ ن کے چیئرمین چوہدری محمد اکرم، پاکستان سرمایہ کاری فورم کے صدر چوہدری شفقت محمود اور جدہ میں موجود تمام سوشل وہ صحافتی تنظیموں نے شرکت کر کے مجھے اپنے احسان کے بوجھ تلے دبا دیا۔ اللہ انہیں اس عمل کی جزاء دے اور انکی دعاؤں سے میرے بھائی کی مغفرت کرے آمین

پاکستان بزنس فورم کی تقریب

پاکستان بزنس فورم اپنی تر توانیاں سعودی عرب کے قوانین کے مطابق کاروبار کر کے پاکستان کی معیشت کی بہتری میں اپنا کردار ادا کرے گا۔ یہ بات پاکستان بزنس فورم جدہ کی عشائیہ سے خطاب کرتے ہوئے فورم کے چیئرمین عقیل شہزاد آرائیں نے کہی۔ عشائیہ سے قبل نئی تنظم پاکستان بزنس فورم کے عہدیداران کا اعلان کاروباری شخصیت ملک منظور نے کیا جسکے تحت سرادار اقبال سرپرست اعلی، چوہدری عبدالخالق لک چیئرمین، انجیئر سجاد جنرل سکریٹری، اور رابطہ سیکریٹری انجم اقبال وڑائچ کے عہدوں کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا ایک طویل مشاورت کے بعد فورم کی تشکیل اور عہدیداران کا اعلان کیا گیا ہے جو پاکستانی کمیونٹی کیلئے ایک خوش آئیند فورم ہوگا، عشائیہ سے خطاب میں صدر فورم عقیل آرائیں نے کہا کہ اس فورم کے دروازے تمام پاکستانیوں کیلئے کھلے ہیں، ہمارے رکن پاکستانیوں کو سعودی قوانین کے مطابق کاروباری لائیسنس حاصل کرنے میں مدد کرینگے، چیئرمین فورم نے کہا کہ سعودی حکومت نے ہر غیر ملکی کو کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے جو ایک خوش آئیند قدم ہے اور ہم سعودی حکمرانوں کے شکرگزار ہیں کہ وہ قانونی طور پر کاروبار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، سعودی پالیسیوں کے مطابق ہمارے کاروبار ترقی کی طرف گامزن ہیں اور ہمیں پاکستان ذرمبادلہ بھیج کر وطن کی خدمت پر خوشی محسوس ہوتی ہے۔

پروفیسر خورشید رضوی کیساتھ عالمی اردو مرکز کی نشست

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر خورشید رضوی نے غالب کی نثر نگاری کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ غالب کے خطوط معلومات کا خزانہ ہیں۔ ان سے اس دور کی سیاسی اور سماجی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا غالب نے خطوط نویسی کو بھی زندگی کی حرارت بخشی۔ سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال کیا، غالب خط نہیں لکھتے تھے بلکہ خطوط میں بات چیت کیا کرتے تھے، اس موقعے پر پروفیسر خورشید رضوی کی صدارت میں شعری نشست بھی ہوئی جس میں اطہر عباسی، فیصل طفیل، افسر بارہ بنکوی، ناصر برنی، نوشاد عثمان، تاشفین سید، ڈاکٹر کریم بیبانی، نے اشعار سنا کر داد وصول کی۔ نشست کے مہمان خصوصی سابقہ وفاقی وزیر چوہدری شہباز حسین تھے انہوں نے عالمی اردو مرکز کی دیار غیر میں اردو ترویج و ترقی کی کوششوں کو سراہا، آخری میں میزبان عالمی اردو مرکز کے صدر اطہر عباسی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

جاں نثاروں کی شب: ترک قوم کی فتح کی کہانی

تحریر: شبانہ ایاز

جب قوموں پر آزمائش آتی ہے تو ان کا اصل کردار روشن ہوتا ہے۔15 جولائی 2016 کی شب ترک قوم نے وہ باب رقم کیا جسے تاریخ سنہری الفاظ میں یاد رکھے گی۔ یہ رات نہ صرف ایک فوجی بغاوت کی ناکامی کی علامت ہے، بلکہ عوام کے جذبہ؟ قربانی، اتحاداور جمہوریت سے وفاداری کا ایسا عملی مظاہرہ بھی ہے جودنیا کی کئی اقوام کے لیے مشعلِ راہ بن گیا۔

چاندنی رات تھی، مگرفضاؤں میں بارود کی بوتھی۔ ہرگلی، ہر چوراہاایک معرکہ گاہ تھا۔مگرایمان، حوصلے اورقربانی سے لکھی گئی اس رات نے دنیاکوبتادیا کہ بندوقوں سے دلوں کوفتح نہیں کیاجاسکتا۔

بغاوت کا آغاز

رات کے وقت، جب مساجد سے عشا کی اذان گونج رہی تھی، فوجی وردیوں میں ملبوس کچھ باغی عناصر نے بغاوت شروع کر دی۔باسفورس پل پرٹینکوں نے قبضہ کرلیا۔

انقرہ میں پارلیمنٹ پرF-16 طیاروں سے بمباری کی گئی۔

سرکاری ٹی وی (TRT) پر قبضہ کرکے مارشل لاکااعلان کیا گیا۔

عوام کوگھروں میں رہنےاورسڑکوں پرنہ نکلنےکاحکم دیا گیا۔

صدررجب طیب ایردوان کوقتل یااغواکرنے کی سازش رچی گئی۔

یہ ایک منظّم کوشش تھی کہ ترکیہ کی جمہوریت کوختم کیاجائے، جوعوام کےووٹ سے مضبوط ہوئی تھی۔

ایردوان کی تاریخی اپیل

مارمارس میں موجودصدر ایردوان نے موبائل فون کے ذریعے ویڈیوکال پرعوام سے کہا:

’’گلیوں، سڑکوں اور چوراہوں پر نکلیں۔ یہ ملک، یہ قوم، یہ جمہوریت ہم سب کی ہے۔ہم اسے بچائیں گے۔‘‘

یہ الفاظ ترکیہ کے لیے بیداری کی اذان بن گئے۔مساجد سے تکبیر کی صدائیں بلندہوئیں، اورعوام سڑکوں پرنکل آئے۔

خواتین بچوں سمیت گھروں سے نکلیں۔

جوان ٹینکوں کےسامنے لیٹ گئے۔

بزرگ قرآن ہاتھوں میں لےکراحتجاج میں شریک ہوئے۔

عوام کی بھادری

عبدالحمید(استنبول سے) نے بتایا کہ ایک نوجوان نے ٹینکوں کے قافلےکوروکنے کے لیےخودکوان کے نیچےلٹادیااورکہا:’’تم مجھ سےگزرجاؤ، مگرمیری قوم سےنہیں۔‘‘

فاطمہ شکر، جو 8 ماہ کی حاملہ تھیں، پارلیمنٹ کے باہر کھڑی ہوئیں اورکہا:’’اگرمیرے بچےکوآزادترکیہ میں جنم لینا ہے، تو مجھے ڈٹناہوگا۔‘‘

پارلیمنٹ پر حملے کے دوران اراکین نے زیرزمین شیلٹر میں اجلاس جاری رکھا،قرآن اورآئین کوسینے سےلگائے رکھا۔

اس رات کو ہونے والے نقصانات

251 شہادتیں — 2,194 زخمی

117 میڈیااہلکارگرفتار — 131 میڈیااداے بند

ہزاروںFETÖسے منسلک افرادگرفتار یابرطرف

FETÖ کیاہے؟

فتح اللہ گولن، جوخودکومذہبی رہنما کہتے ہیں، نےFETÖ (فتح اللہ دہشت گرد تنظیم) کے ذریعے ترکیہ کے اداروں (فوج، عدلیہ، پولیس، تعلیم، میڈیا) میں اپنا نیٹ ورک بنایا۔ اس کا مقصد جمہوریت کوکمزورکرناتھا۔گولن کےحامیوں نے ریاستی اداروں میں چھپ کرنظام کومفلوج کرنے کی کوشش کی۔15 جولائی کی بغاوت اس نیٹ ورک کی سب سے بڑی سازش تھی، جوناکام ہوئی۔

شہداء کی کھانیاں

یعقوب اولو: باسفورس پل پر ٹینک کے سامنے کھڑے ہوکرشہید ہوئے۔

فاطمہ ایلمس: تین بچوں کی ماں، جواپنی فیملی کے تحفظ کے لیے سڑک پرنکلیں۔

کمال توران: پارلیمنٹ کے باہرگولیوں کانشانہ بنے۔

بغاوت کے بعد

صدرایردوان نےFETÖکےخلاف سخت کارروائی کی۔

ہزاروں فوجی، ججز، اوراساتذہ برطرف یاگرفتار۔

تعلیمی اداروں سے باغی عناصرنکالے گئے۔

ترکیہ نے جمہوریت کی حفاظت کویقینی بنایا۔

پارلیمنٹ کی مرمت کی گئی اورشہداء کی یادگاریں بنائی گئیں۔

پاکستان کا ردعمل

پاکستان نے ترکیہ کی حمایت میں یکجہتی دکھائی:

اسلام آباداورلاہورمیں جلوس نکالے گئے۔

پاکستانی میڈیانےشہداء کی قربانیوں کوخراج تحسین پیش کیا۔

سوشل میڈیا پر #StandWithErdogan اور #Turkey PakistanBrotherhood مقبول ہوئے۔

FETÖکےاسکولز پرکارروائی کی گئی، کئی بند یاحکومتی کنٹرول میں لیے گئے۔

عالمی ردعمل

امریکہ اور یورپی یونین نے بغاوت کی مذمت کی، لیکن ان کے بیانات متضادرہے۔

نیٹونے مذمت کی، مگرترکیہ کی فوجی ساخت پرسوالات اٹھائے۔

روس اورمشرقی ممالک نےترکیہ کی جمہوریت کی حمایت کی۔

نوجوان نسل کی بیداری

15 جولائی نے ترکیہ کی نوجوان نسل میں جمہوریت اور وطن کی محبت کوبیدارکیا۔

بہت سےنوجوانوں نے سیاسی اورسماجی سرگرمیوں میں حصہ لیااور ملک کی خدمت کوترجیح دی۔

ترکیہ کی موجودہ حالت (2025)

ترکیہ آج بھی سیاسی استحکام، معاشی ترقی، اور خطے میں امن کے لیےکوشاں ہے۔

صدرایردوان کاپیغام ہےکہ
’’ہم جھک سکتے ہیں، مگرکبھی نہیں ٹوٹیں گے۔‘‘

15 جولائی 2016 کی رات ترکیہ کی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ یہ صرف ترک عوام کی بہادری کی داستان نہیں، بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیےاتحاداورقربانی کا پیغام ہے۔

پاکستان اورترکیہ کی دوستی اس واقعے سے مزید مضبوط ہوئی۔ یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ جب عوام متحد ہوں، کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔۔

جاوید عنایت، لیسٹر (برطانیہ)

ہاؤس آف لارڈز لندن میں

"امن بذریعہ ادب کا عالمی پیغام"

کے عنوان سے شاندار تقریب

جنوبی ایشیا کے معروف ادیب، شاعر اور فنکار شریک

لیسٹر (جاوید عنایت) برطانوی پارلیمنٹ (ہاؤس آف لارڈز) کے کمیٹی روم میں تحبیب کے زیر اہتمام اور Zenith Business Solutions کے تعاون سے "امن بذریعہ ادب کا عالمی پیغام" کے عنوان سے ایک شاندار ادبی و ثقافتی تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس میں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، یورپ اور برطانیہ بھر سے تعلق رکھنے والے نامور رائٹرز، صحافیوں، دانشوروں، ناول نگاروں، ادیبوں، شعرا اور فنون لطیفہ سے وابستہ اہم شخصیات نے بھرپور شرکت کی۔ تقریب میں علم و ادب، صحافت اور فلم سے معاشرتی ہم آہنگی کے ضامن ہیں بلکہ عالمی امن کے فروغ میں بھی کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقررین نے زور دیا کہ ادب اور فنون لطیفہ نفرت اور تقسیم کے ماحول میں پل کا کردار ادا کرتے ہیں۔ جاوید اختر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ ادب دردِ سر کی گولی نہیں بلکہ وٹامن ہے، جس کا اثر وقت کے ساتھ آتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ لکھنے اور بولنے والے لوگوں کی کوئی سرحد نہیں ہوتی، اور آج کی اس مختلف ثقافتوں اور قوموں کو آپس میں قریب لاتا ہے، نفرت کو محبت میں تبدیل کرتا ہے، اور دلوں میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ ہمیں ایسی تحریک کی ضرورت ہے جو ادب کے ذریعے عالمی امن کو تقویت دے۔ شرکاء نے اس باوقار تقریب کے کامیاب انعقاد پر منتظمین طارق فیضی، نادیہ اعظم اور ان کی ٹیم کا خصوصی شکریہ ادا کیا، جنہوں نے مختلف کمیونٹیز سے تعلق رکھنے والے افراد کو ایک چھت تلے یکجا کر کے

وابستہ کئی ممتاز شخصیات بطور مہمانان اور پینلسٹ شریک ہوئیں جنہوں نے ادب و فن کے ذریعے عالمی سطح پر امن کے فروغ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ تقریب کا مرکزی سیشن ادب کی چرخہ سازی آرٹ اور میڈیا کے ذریعے تحبیب کا پیغام" کے عنوان سے منعقد ہوا، جس میں معروف بھارتی شاعر و دانشور جاوید اختر، منصور علی، نایینکا مہتانی، پاکستانی اداکار و سماجی کارکن احسن خان، نک کہان، اور مارٹن ڈنکرٹن شامل تھے۔ پینل میں گفتگو کرتے ہوئے مقررین نے ادب، فن اور میڈیا کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ عناصر نہ صرف کانفرنس نے جنوبی ایشیائی ثقافت کو زندہ رکھنے کی ایک خوبصورت کوشش کی ہے۔ پاکستانی اداکار احسن خان نے ہاؤس آف لارڈز میں اپنے خطاب کے دوران اوورسیز پاکستانیوں کے کردار کو سراہتے ہوئے کہا کہ "اردو ادب اور لٹریچر کو برطانیہ میں زندہ رکھنے اور فروغ دینے میں تارکین وطن پاکستانیوں کا اہم کردار ہے، جس پر میں برطانوی ممبران پارلیمنٹ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس دوران تقریب کے آرگنائزر نے کہا کہ ادب نہ صرف دلوں کو ملاتا ہے بلکہ پوری دنیا میں امن کے راستے کھولتا ہے۔ اس کی طاقت یہ ہے کہ وہ ہم آہنگی اور بین الثقافتی مکالمے کو فروغ دیا۔ تقریب میں برمنگھم سے تعلق رکھنے والے معروف صحافی سید عابد کاظمی، عامر مہدی، اورنگزیب اعوان، سید عباس علی کویت، معین احمد، مشتاق لاشاری، عرفان اظہار دبئی، صادق المتوہ کویت، مصطفیٰ عزیز دبئی، عاطف توقیر اور دیگر شخصیات نے بھی بطور خاص شرکت کی، جن کی موجودگی نے تقریب کی اہمیت میں مزید اضافہ کر دیا۔ یہ تقریب ادب، فن اور ثقافت کے ذریعے دنیا میں امن، محبت اور رواداری کا پیغام پھیلانے کی ایک خوبصورت مثال ثابت ہوئی۔

تحریر: غلام شبیر عاصم

جے میری اکھ ناں کُھلدی....

یاداں دے پکھی دل دماغ دے آہلنے چوں نکلدے وڑدے رہندے نیں۔ یاداں حقیت تے نہیں ہُندیاں پر حقیقت نال اینہاں دا تعلق ضرور ہُندا اے۔ ایہ کسے ناں کسے شے، ویلے وقت، واقعہ، تھاں یاں انسان نال جُڑ یاں ہُندیاں نیں۔ ایہ یاداں انسان لئی کلیاں پُھلاں دا روپ دھار کے انسان نوں خوش وی کردیاں تے خیالاں دے اُڈن کھٹولے وچ بٹھا کے کجھ لمحیاں لئی ای سہی اُتے امبراں تیک سوہنے تے من موہنے منظراں دی سیر کرادیندیاں نیں۔ انسان جے کسے پریشانی دے مارُوہ؟ ڑھ وچ وی غوطے کھا رہیا ہووے تے کجھ چِرلئی اوس طوفان چوں کڈھ کے کنارے تیک لے آوندیاں نیں۔ کجھ یاداں اجیہیاں ہُندیاں نیں کہ انسان لئی ترِکھیاں سُولاں تے کنڈیاں دا کم کردیاں نیں۔ کسے پاگل ناگن دی طرحاں انسان دے دل دماغ نوں ڈنگدیاں تے نس نس وچ ہجراں، دکھاں، طعنے مہنیاں، خیالاں تے ظلماں دا زہر گھول کے انسان نوں مرن والا کردیندیاں نیں۔ انج سمجھ لوو کہ انسان دے مسکراون والے تے دل موہنے ہونٹھ نِیلے ہو جاندے تے اکھاں تھانی ایہ زہر ہنجو بن کے وگن لگ پیندا اے۔ تے ساہواں جیویں سپ دے مُونہہ وچ پھسی ہوئی ڈِڈی طرحاں وِلک رہیاں ہُندیاں نیں۔ مُکدی گل اے کہ یاداں کوئی عام کیفیت نہیں ہُندیاں انسان دے دل دماغ، روح تے حیاتی دے اُتے چنگا یا بھیڑا گُوڑھا اثر پوندیاں نیں۔ کدی انج وی ہُندا اے کہ کوئی یاد اسمانی بجلی دی لِشک طرحاں اکھ جھپکن وچ ای آوندی اے پر پیراں ہیٹھوں جیویں دھرتی کھسکا دیندی اے۔ میری حیاتی اندر میرے نال ہون والے اک چھوٹے جہئے واقعے دی یاد جدوں آوندی اے تے میں جسراں کمب جاناواں۔ سن 2000ء توں تھوڑا اچر پہلاں جدوں موبائل فون پاکستان وچ نئیں سی آیا جے آیا وی سی تے کسے کسے راٹی کین دے کول ای سی۔ ساڈے گھر موبائل تے کیہ PTCL دا فون وی نہیں سی ہیگا۔ اوہناں دناں دا واقعہ اے کہ (اتحاد کالونی) شیخاں والا پٹرول پمپ مرید کے دے واسی مسعود حیدر ہاشمی (جاپان والے) تے اوہناں دے بھرا محمود حیدر ہاشمی نے اک میگزین ماہنامہ ''سیکرٹ نیوز لاہور'' کڈھدے سن۔ مسعود ہاشمی چیف ایڈیٹر تے محمود ہاشمی ایڈیٹر سن۔ میں اوس لئی ''سب ایڈیٹر'' دے طور تے کم کردا ساں۔ محمود حیدر ہاشمی اوس میگزین دی ساری دیکھ بھال تے تیاری کردے سن، جدوں کہ مسعود حیدر ہاشمی جاپان توں ''نوٹ'' گھلی آوندے سن تے میگزین چنگی حالت وچ نکل رہیا سی۔ مختصر ایہ کہ داتا صاحب دربار دے پِچھلے پاسے بلال گنج وچ محمود حیدر ہاشمی دی سپئیر پارٹس دی اک بہت وڈی دکان وی سی۔ اک دیہاڑے گرمیاں دے دِناں وچ میگزین دی چھپوائی دے چکر وچ میں مرید کے توں لاہور گیا تے بلال گنج محمود حیدر دے کول چلا گیا۔ دکان دے اندر اک گیلری سی جہدے اُتے چڑھ کے دوپہر نوں آرام کیتا جاندا سی۔ دوپہر دے روٹی پانی مگروں میں تے محمود دا چھوٹا بھرا خضر عرف مُنا گیلری اتے چڑھ گئے میں سوں گیا تے خضر اُٹھ کے کسے کم باہر چلا گیا۔ میں سُتا ای رہیا۔ مارکیٹ دا آخری دن سی اگوں قربانی والی عید سی۔ ہفتہ تیک تے مارکیٹ بند رہنی سی۔ دکان دا آخری شٹر تھلے سُٹ کے جندرا لاون لگے سن کہ میری اکھ کُھل گئی۔ میں نٹھ کے گیلری توں تھلے اتریا تے کھپ پا دتی میں اجے اندر جے۔ میں اجے اندر جے۔ گرمی وچ میں اینے دن بُھکھے تریہائے مر جانا سی۔ ایہ واقعہ اج وی جدوں کدھرے مینوں یاد آوندا اے تے مینوں ہلا کے رکھ دیندا اے۔ میں ایہو ای سوچنا واں جیکر میں سُتا ای رہندا، میری اکھ ناں کُھلدی تے ''نہ اگے پتہ نہ پِچھے پتہ'' میں اندروں شٹر کھڑکاوندا وی رہندا تے چوکیدار تے رات نوں کس ویلے آوندا تے ایس پاسے آوندا وی ناں تے کسے نوں کنج پتہ لگنا سی۔ جے میری اکھ ناں کُھلدی تے ہوسکدا اسی ہمیش لئی اکھاں بند ہو جاندیاں۔

ایک ہی بحر میں مختلف شعراء کا کلام

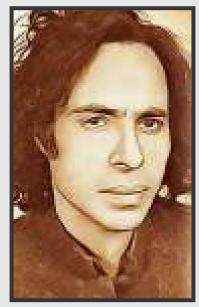

جون ایلیا

روح پیاسی کہاں سے آتی ہے
یہ اداسی کہاں سے آتی ہے
ہے وہ یکسر سپردگی تو بھلا
بدحواسی کہاں سے آتی ہے
وہ ,ہم آغوش ہے تو پھر دل میں
نا سپاسی کہاں سیآتی ہے
اک زندان بیدلی اور شام
یہ صبا سی کہاں سے آتی ہے
تو ہے پہلو میں پھر تری خوشبو
ہو کے باسی کہاں سیآتی ہے
دل ہے شب سوختہ سو اے امید
تو ندا سی کہاں سے آتی ہے
میں ہوں تجھ میں اور آس ہوں تیری
تو نراسی کہاں سے آتی ہے

☆☆☆☆☆☆

دل کی دھڑکن کہ جاں سے آتی ہے
ان کی خوشبو کہاں سے آتی ہے
حد اوہام سے گزر کے کھلا
خوش یقینی گماں سے آتی ہے
جرات بندگی رب جلیل
بت شکن کی اذاں سے آتی ہے
ایسی طاقت کہ جو نہ ہو تسخیر
دل میں عزم ,جواں سے آتی ہے
ان کی آواز میریکانوں میں
آرہی ہے جہاں سے آتی ہے
سر کو توفیق سجدہ کرنیکی
یار کے آستاں سے آتی ہے
آدمیت وہاں نہیں ہوتی
کبر کی بو جہاں سے آتی ہے
وقت کیسا قیامتی ,ہے آج
دھوپ اب سائباں سے آتی ہے

پیر نصیرالدین نصیر

رات پڑتے ہی کچھ نہیں کھلتا
یاد جاناں کہاں سے آتی ہے
آدمی میں جمالیاتی حس
قربت مہ وشاں سے آتی ہے
دوقدم چل کے تم نہیں آتے
چاندنی آسماں سے آتی ہے
زندگی میں نصیر آسانی
ترک سودوزیاں سے آتی ہے
یاد فن کے اساتذہ کی نصیر
تیرے طرز بیاں سے آتی ہے

☆☆☆☆☆☆

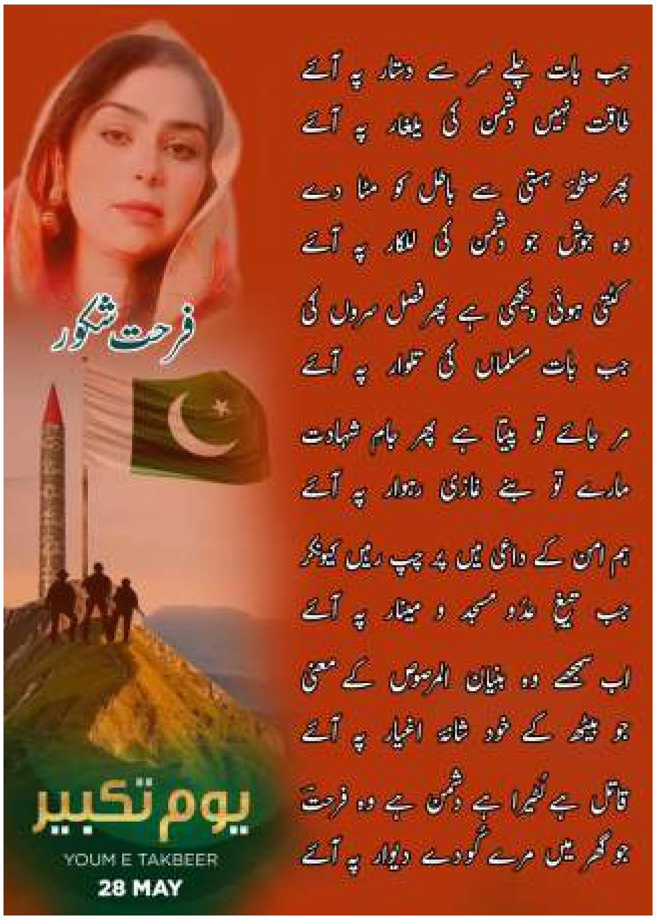

اِنتہائی نفیس شخصیت کے حامل معروف شاعر۔۔۔اختر شمار

تحریر و تحقیق: علی حیدر شیخ

ڈاکٹر اختر شمار اپریل 1960ء کو پیدا ہوئے، آپ کا آبائی تعلق گاؤں سہال نزد چکری ضلع راولپنڈی سے تھا، ان کے والد گرامی بہت عرصہ پہلے ملتان میں آباد ہو گئے تھے، ڈاکٹر اختر شمار شاعر، ماہر تعلیم، کالم نگار، ایف سی یونیورسٹی، لاہور شعبہ اردو کے صدر تھے۔ اس سے پہلے وہ جامعہ عین شمس اور جامعہ الازہر میں بھی تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

۔ان کا شمار موجودہ دور کے نامور پاکستانی اردو شاعروں میں ہوتا ہے۔ وہ دو درجن کتب کے مصنف تھے۔ کچھ عرصہ قبل ان کا شعری کلیات اختر شماریاں کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان کا تدریسی و تخلیقی سفر تین دہائیوں سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ 2003 میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی نگرانی میں حیدر دہلوی: احوال و آثار کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کی۔ 2003 ہی میں انھوں نے فورمین کرسچین کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اردو کے سربراہ کی حیثیت سے جوائن کیا۔ 2008 سے 2012 تک مصر کی جامعہ عین الشّمس اور جامعہ الازہر کی پاکستان چیئر پر خدمات انجام دیں۔ انھیں پاکستان کا پہلا ادبی اخبار بجنگ آمد جاری کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ ان کی دیگر کتابوں میں روشنی کے پھول کسی کی آنکھ ہوئے ہم یہ آغازِ محبت ہے جیون تیرے نام ہمیں تیری تمنا ہے آپ سا کوئی نہیں تھی میری محبت ہو دھیان عاجزانہ (اردو شاعری) اکھیاں دے وچ دل میلہ چار دیہاڑے (پنجابی شاعری) پنجابی ادب رنگ بھرتری ہری ایک عظیم شاعر میں بھی پاکستان ہوں ہم زندہ قوم ہیں لاہور کی ادبی ڈائری موسیٰ سے مُرسی تک وغیرہ (نثری تحریریں) شامل ہیں۔ ان کے کلام کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

ذرا سی دیر تھی بس اک دیا جلانا تھا
اور اس کے بعد فقط آندھیوں کو آنا تھا

میں گھر کو پھونک رہا تھا بڑے یقین کے ساتھ
کہ تیری راہ میں پہلا قدم اٹھانا تھا

وگرنہ کون اٹھاتا یہ جسم و جاں کے عذاب
یہ زندگی تو محبت کا اک بہانہ تھا

یہ کون شخص مجھے کرچیوں میں بانٹ گیا
یہ آئنہ تو مرا آخری ٹھکانہ تھا

پہاڑ بھانپ رہا تھا مرے ارادے کو
وہ اس لیے بھی کہ تیشہ مجھے اٹھانا تھا

بہت سنبھال کے لایا ہوں اک ستارے تک
زمین پر جو مرے عشق کا زمانہ تھا

ملا تو ایسے کہ صدیوں کی آشنائی ہو
تعارف اس سے بھی حالانکہ غائبانہ تھا

میں اپنی خاک میں رکھتا ہوں جس کو صدیوں سے
یہ روشنی بھی کبھی میرا آستانہ تھا

میں ہاتھ ہاتھوں میں اس کے نہ دے سکا تھا شمارؔ
وہ جس کی مٹھی میں لمحہ بڑا سہانا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سبھی کچھ خوبصورت ہے جہاں پر
ہمیں واپس بھی جانا ہے کیا کریں

اس کے نزدیک غمِ ترکِ وفا کچھ بھی نہیں
مطمئن ایسا ہے وہ جیسے ہوا کچھ بھی نہیں

اب تو ہاتھوں سے لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
اس کو کھو کر تو مرے پاس رہا کچھ بھی نہیں

چار دن رہ گئے میلے میں مگر اب کے بھی
اس نے آنے کے لیے خط میں لکھا کچھ بھی نہیں

کل بچھڑنا ہے تو پھر عہد وفا سوچ کے باندھ
ابھی آغازِ محبت ہے گیا کچھ بھی نہیں

میں تو اس واسطے چُپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلا کچھ بھی نہیں

اے شمارؔ آنکھیں اسی طرح بچھائے رکھنا
جانے کس وقت وہ آ جائے پتا کچھ بھی نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جانے کس دیس جا بسے اختر
ہائے وہ لوگ خوش کلام سے لوگ

وقت نے تو یہی سکھایا شمار
آج ہے آج ؛ کل نہیں کوئی

جانے سے پیش تر جو بتایا نہیں اُسے
وہ سو رہا تھا میں نے جگایا نہیں اسے

میں کیا کہوں کے کیسی تھی وہ شامِ الوداع
بس دیکھتا رہا تھا۔۔۔۔۔۔ بلایا نہیں اسے

میں گزرتا تو وہاں جاں سے گزرتا چُپ چاپ
یہ ہوا کیسے مدینے سے گذر جاتی ہے

آپ کی ہی یاد ہو اب زندگی
اب مجھے خود کو بھلانا چاہیے

کہاں رکے ہیں اب بھی یزیدیوں کے ظلم و ستم
ہمارے سامنے کشمیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی کہانی ہے

دیکھے کسی کی ایک جھلک اور اُس کے بعد
پہروں کسی کو بیٹھ کے سوچا کرے کوئی

کاغذ پہ یہ اشعار ہیں یا خون کے چھینٹے
یا رنگ پہ آیا ہُوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فن کار کا دکھ ہے

روز منایا کرتے تھے
اک تہوار محبت تھی

بیٹھا رہے تو سامنے میرے اسی طرح
دل چاہتا ہے شام سہانی نہ ختم ہو

میرے لفظوں کی سادگی پہ نہ جا
شعر کی تازگی۔۔۔۔۔۔۔ تعارف ہے

ریزہ ریزہ ہونے لگا ہوں میں ہر پل
کھا جائیں گے مجھ کو پاکستان کے دکھ

مت کسی کا گلہ کرو بھائی
سب پہ راضی رہا کرو بھائی

میرا دروازہ کھولتا تھا کوئی
یا کہ دستک پہ بار بار تھا میں

دل جھاڑ ذرا اور ہمیں ڈھونڈنے والے
ہوں گے کسی تصویر پرانی میں کہیں ہم

عدالت ہی لگانی ہے تو ان جلووں کو بھی پوچھو
قصور ان کا بھی ہوگا مجھ کو دیوانہ بنانے میں

ایک جیسے تھے سبھی اس شہر میں
مجھ کو سب سے مختلف ہونا پڑا

تیری قُربت میں کبھی سوچا نہیں تھا میں نے
تیری فُرقت کا زمانہ بھی مجھے دیکھنا تھا

ایک تجھ پر اثر نہیں کوئی
جھوم اٹھے مرے کلام سے لوگ

میں بہت جلد بھنور میں تجھے یاد آؤں گا
اتنا خوش باش نہ رہ مجھ سے کنارہ کر کے

تجھے میں مل نہ پایا وقتِ رخصت
جیوں گا جب تلک یہ غم رہے گا

برسات میں سکنجبین کا استعمال ضرور کریں

حکیم حارث نسیم سوہدروی

موسم گرما میں جھلسا دینے والی گرمی بڑی اذیت کا سبب ہوتی ھے اس گرمی میں پیاس بڑی شدت سے لگتی ھے اور منہ خشک رہتا ہے کیونکہ جسم سے پانی بذریعہ پسینہ خارج ہوجاتا ھے جس کی وجہ سے پریشان کم آتا ھے پیاس کی شدت کی کمی اور گرمی کا توڑ کرنے کے لئے مشروبات اور پانی کا استعمال بھت ہوتا ھے -مشروبات کا استعمال نہ صرف گرمی کا اثر کم کرتا ھے بلکہ جسم کی توانا ء بحال کرتا ھے- کیونکہ مشروبات میں مٹھاس ہوتی ھے -اس موسم میں ایک مشروب لیموں پانی میں ملا کر پھر حسب ضرورت چینی نمک کٹی برف کے ساتھ دو تین پتے پودنیہ ملا کر عام استعمال ہوتا ہے جسے سکنجبین کا نام دیا جاتا ھے یہ سستا سھل الحصول ھے جو عام غریب آدمی کی بھی پہنچ میں ہے اور چند منٹوں گھر پر تیار کیا جا سکتا ہے-موسم گرما کے بعد جب موسم برسات اتا ھے تو اس برساتی موسم (ساون بھادوں) میں شدید حبس ہوتی ھے کپڑے جسم سے چپکے ھیں اور پسینہ خشک ھونے کا نام نھیں لیتا دل گھبراتا اور ڈوبتا ہے نظام ھضم کمزور ھوجاتا ھے تو اس موسم میں سکنجبین کا استعمال لذت کے ساتھ علاج بھی ھے اور اس موسم کے مسائل سے بچاتا ہے یھی وجہ ھے کہ صدیوں سے موسم گرما و برسات میں ہمارے خطہ کے لوگ یہ مشروب بڑی رغبت سے پیتے ھیں مصنوعی ذائعقوں والے مشروبات کے مقابل یہ قدرتی اور مفید بھی ھے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری روایت بھی ھے اور ثقافت بھی ہے جو ہر کسی کی دسترس میں ہے۔

100 گرام سکنجبین کے اجزا

کیلوریز	69
کولیسٹرول	0
کاربوہائیڈریٹس	10%
غذاءفائبر	8،9 گرام
پروٹین	1،4 گرام
حیاتین ج	66،3 ملی گرام
پوٹاشیم	138 ملی گرام
کیلشیم	2،25 ملی گرام
فولیٹ	3،%
میگنیزئم	8 ملی گرام
کاپر	2،0 ملی گرام

لیموں کی سکنجبین نظام ھضم کو درست رکھتی ہے موسم برسات میں عام طور پر معدہ جلد فساد کو قبول کرتا ہے اس طرح یہ اس کا موثر غذاء ودواء علاج بھی ہے سینے کی بڑھی ہوی جلن اور تیزابیت اور بدہضمی کے لئے بہت موثر ہے ثقیل اور ثقلیل ہوء اشیا کو ہاضم بناتی اور معدہ کی سوزش کو دور کرتی ھے-پودینہ ایسی روشنائی بوٹی ہے کہ صدیوں سے معدہ اور انتوں کے امراض میں موثر تسلیم کی گئی ہے بخار اور کھانسی میں مفید ہے سکنجبین کا استعمال گردوں کی صفائی کرتا ھے گردے ھمارے جسم کا بلڈ پریشر کنٹرول کرتے ہیں یہ تیزابیت کا توازن قائم رکھنے اور جسمانی فلٹر کا کام دیتے ھیں سکنجبین پینے والے افراد پر گردوں کے کام کا بوجھ نھیں ھوتا البتہ حائل بلڈ پریشر والے نمک کا استعمال نہ کریں۔

پودنیہ کی خوشبو سونگھنا (ارونا تھراپی) کا موثر طریقہ ھے موسم گرما اور برسات میں پودنیہ کی خوشبو سر درد کے لئے نیٹ فائدہ مند ہے لیموں کی سکنجبین وٹامن سے بھرپور ھونے کی وجہ سے جلد کی صحت کے لئے بھت فائدہ مند ھے لیموں کی سکنجبین کا استعمال موسم گرما اور برسات میں استعمال بڑہتی ھوء عمر کے اثرات کے علاوہ چہرے کی جھریوں کو کم کرتا اور موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے پودنیہ افسردگی بے چینی جیسے عوامل کو زائل کرتا ہے جبکہ سکنجبین کے ساتھ اس کا استعمال سانس کی تکلیف کو دور کرتا اور آنٹی بیکٹر یا خصوصیات کو متحرک کرتا ہے گلے کے امراض میں موثر ہے۔

موسم برسات جولاء اگست میں ہمارے ھاں ملیریا کی وباعام ہوتی ہے تو یہ ملیریا میں بھت موثر تدبیر ہے موسم برسات کے صفراوء بخاروں میں تریاق کا درجہ رکھتی ھے یرقان کے مریضوں کے لئے بھی بھت فائدہ مند ھے اور خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو مصنوعی بازاری مشروبات کی بجائے اس سادہ قدرتی اور سستے مشروب کی طرف راغب کریں اور اللہ کی اس نعمت سے فوائد حاصل کریں۔

ماہِ صفر اور توہم پرستی

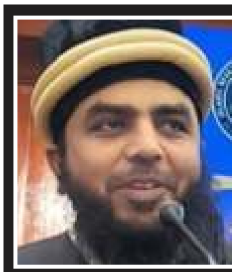

ڈاکٹر مفتی احمد رضا

تاریخِ انسانیت میں ایسے کئی ادوار گزرے ہیں جن میں انسان نے جہالت اور غیر یقینی کیفیات کے نتیجے میں بعض دنوں، تاریخوں یا مہینوں کو نحوست یا بدشگونی سے تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ ان ہی مہینوں میں سے ایک ماہِ صفر بھی ہے جسے برصغیر سمیت کئی مسلم معاشروں میں آج بھی نحوست، بلاؤں اور مصیبتوں کے نزول کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اس مہینے میں شادی بیاہ سے اجتناب، سفر نہ کرنے کی تلقین، صدقات اور تعویذات کی مخصوص رسومات، اور غیر شرعی انداز سے "بلا ٹالنے" کی کوشش جیسی خرافات عام ہو چکی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے کسی بھی مہینے، دن یا گھڑی کو خود بخود نحوست کا حامل قرار نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ نے خود ماہِ صفر کی نحوست کو جاہلی عقیدہ قرار دے کر رد فرمایا اور واضح کیا کہ برکت یا نحوست اعمال سے وابستہ ہوتی ہے، وقت یا موسم سے نہیں۔ بدقسمتی سے آج کا مسلمان دین کے اصل ماخذ یعنی قرآن و سنت سے دوری کے باعث پھر سے انہی جاہلی تصورات کی طرف لوٹتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے لاعلمی، دینی شعور کا فقدان ایسے میں ضروری ہے کہ ماہِ صفر سے متعلق پائے جانے والے باطل عقائد کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا جائے تا کہ امتِ مسلمہ کو توہم پرستی سے نکال کر تعلیمِ نبوی ﷺ کی روشنی میں رہنمائی فراہم کی جا سکے۔ ماہِ صفر اسلامی قمری تقویم کا دوسرا مہینہ ہے جو محرم الحرام کے بعد آتا ہے۔ "صفر" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی "خالی ہونے" کے ہیں۔ اہلِ عرب اس مہینے کو "صفر" اس لیے کہتے تھے کہ اس زمانے میں لوگ اکثر جنگ و جدال کے لیے گھروں سے نکل جاتے تھے، جس کے نتیجے میں ان کے گھر اور بستیاں خالی ہو جایا کرتی تھیں۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس مہینے میں قبائل کے ہاں اشیاء کی قلت اور مال و اسباب کی کمی بھی عام ہوتی تھی، جسے "صفر المال" یعنی مال کا خالی ہونا کہا جاتا تھا۔ زمان؟ جاہلیت میں عرب معاشرہ توہمات، بدشگونیوں اور بے بنیاد عقائد میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ بعض دنوں، تاریخوں، مہینوں، اور جانوروں کو منحوس خیال کرتے تھے۔ ماہِ صفر کو بھی انہی میں شامل کر کے یہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ اس مہینے میں آفات، بیماریاں، لڑائیاں اور اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ اسلام نے ان تمام جاہلی تصورات کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ کسی دن، تاریخ یا مہینے میں بذاتِ خود کوئی نحوست نہیں، بلکہ انسان کے اعمال ہی اس کی خیر و شر کا باعث بنتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں صراحت سے فرمایا: "لا عدویٰ، ولا طیرۃ، ولا ھامۃ، ولا صفر" یعنی "کوئی بیماری خود متعدی نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، اور صفر کا مہینہ منحوس نہیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کا تصور سراسر غلط ہے۔ یہ مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح ایک عام مہینہ ہے جس کی فضیلت یا نحوست کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں۔ مگر افسوس کہ آج بھی بعض معاشروں میں ماہِ صفر سے متعلق توہمات عام ہیں، جیسے شادی بیاہ سے گریز، بلا ٹالنے کے لیے صدقات، یا خاص ایام میں گھریلو اعمال سے اجتناب۔ یہ سب جاہلی رسمیں اور بے بنیاد عقائد ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین کی اصل روح کو سمجھیں اور ہر قسم کی توہم پرستی سے بچتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں۔ توہم پرستی انسانی تاریخ کا ایک قدیم مرض ہے جو بالعموم جہالت اور غیر یقینی ذہنی کیفیت کے نتیجے میں جنم لیتا ہے۔ انسان جب کسی مسئلے کی اصل وجہ کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے تو وہ اسے ماورائی یا خفیہ قوتوں سے جوڑ دیتا ہے۔ یہی معاملہ ماہِ صفر کے ساتھ بھی پیش آیا، جسے زمان؟ جاہلیت میں منحوس مہینہ سمجھا جانے لگا۔ عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس مہینے میں مصیبتیں، بیماریاں، بلائیں، جھگڑے اور اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ افسوس کہ یہ توہمات اسلام کے آنے کے بعد بھی بعض معاشروں میں جاری رہے اور آج بھی مسلم دنیا کے کئی حصوں میں یہ باطل نظریات زندہ ہیں۔ ماہِ صفر میں شادی بیاہ، تعمیرات یا سفر سے اجتناب کیا جاتا ہے"۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا: "لا عدویٰ، ولا طیرۃ، ولا ھامۃ، ولا صفر" یعنی "نہ کوئی بیماری خود بخود متعدی ہوتی ہے، نہ بدشگونی، نہ الو کی نحوست، اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے" اس حدیث کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے ان تمام جاہلی عقائد کی جڑ کاٹ دی اور توہم پرستی کو ختم کرنے کی تعلیم دی۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو عقل، دلیل اور وحی پر مبنی ہے۔ یہ انسان کو عمل، توکل، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان کی دعوت دیتا ہے، نہ کہ وہم، شک اور جاہلانہ رسوم کی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے بے بنیاد نظریات سے اپنے عقیدے اور عمل کو پاک کریں، کیونکہ یہ نہ صرف شرعی گمراہی کا باعث ہیں بلکہ معاشرتی ترقی میں بھی رکاوٹ بنتے ہیں۔ ایک باشعور، تعلیم یافتہ اور صاحبِ ایمان مسلمان کبھی بھی کسی مہینے یا دن کو بذاتِ خود منحوس نہیں سمجھتا، بلکہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہر قسم کی توہم پرستی، بے بنیاد عقائد اور جاہلی رسومات کی سختی سے نفی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی مہینے، دن، یا تاریخ میں بذاتِ خود کوئی نحوست نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" "بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے، جو اُس دن سے (مقرر ہے) جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اور کسی بھی مہینے میں فطری طور پر کوئی نحوست نہیں پائی جاتی۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے مزید وضاحت سے بیان فرمایا:

"لا عدویٰ، ولا طیرۃ، ولا ھامۃ، ولا صفر"

کوئی بیماری خود سے متعدی نہیں، نہ بدشگونی ہے، نہ الو کی نحوست، اور نہ صفر (کا مہینہ) منحوس ہے۔"

یہ حدیث مبارکہ ماہِ صفر سمیت ہر قسم کی توہم پرستی کا رد کرتی ہے اور ان تمام جاہلی نظریات کو باطل قرار دیتی ہے جو زمانہ قبل از اسلام میں عام تھے۔ علماء کرام نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمان؟ جاہلیت میں ماہِ صفر کو جو منحوس سمجھا جاتا تھا، وہ غلط ہے، اور اسلام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔" لہٰذا یہ کہنا کہ کسی خاص مہینے میں برائیاں زیادہ نازل ہوتی ہیں یا نیک اعمال کے نتائج کم حاصل ہوتے ہیں، سراسر جہالت اور بے دینی ہے۔ اسلامی تعلیمات ہمیں اس بات کا درس دیتی ہیں کہ ہم ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کریں، تقدیر پر ایمان رکھیں، اور وہم و گمان کو چھوڑ کر علم و عمل کی راہ اختیار کریں۔ معاشرے میں اگر ہم ان تعلیمات کو فروغ دیں تو نہ صرف ہم توہمات سے نجات پا سکتے ہیں بلکہ ایک با اعتماد، حقیقت پسند اور نیک عمل والا اسلامی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ ماہِ صفر ہو یا کوئی اور مہینہ، اس میں برکت یا نحوست کا تعلق ہمارے اعمال، نیتوں اور طرزِ زندگی سے ہے، نہ کہ مہینوں کے ناموں سے۔

ماہِ صفر سے متعلق توہمات صرف نظریاتی سطح تک محدود نہیں بلکہ مسلم معاشرے میں اس کے عملی مظاہر اور رسوم بھی مختلف شکلوں میں رائج ہو چکے ہیں، جو شریعت سے ہٹ کر صرف ثقافتی یا جاہلی ورثے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان رسومات میں سب سے نمایاں یہ عقیدہ ہے کہ ماہِ صفر میں شادیاں نہیں کرنی چاہییں کیونکہ یہ مہینہ منحوس ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان رسومات کا حصہ بنتا ہے، یا خاموش تماشائی بنا رہتا ہے۔ ایسی بدعات دین کی اصل روح کو مسخ کر کے عقیدے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔

ہمارے معاشرے کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ زندگی کے فیصلے کسی مہینے کی بنیاد پر نہیں بلکہ عقل، تقویٰ، اور مشاورت کی بنیاد پر ہونے چاہییں۔ کسی وقت کو برا یا منحوس سمجھنا اللہ کے بنائے ہوئے وقت پر اعتراض ہے۔ دینِ اسلام کا جمال اسی میں ہے کہ وہ انسان کو عمل کی طرف بلاتا ہے، توہمات سے نہیں ڈراتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان جاہلانہ رسومات سے علی الاعلان برائت کا اظہار کریں اور سوسائٹی کو خالص اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹائیں۔

ماہِ صفر کے متعلق پائی جانے والی توہمات اور رسومات نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں بلکہ سادہ لوح عوام کو گمراہی کی طرف بھی لے جاتی ہیں۔ تاریخ اور سیرتِ نبوی ﷺ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں کسی مہینے کو منحوس یا برا سمجھنے کا کوئی تصور نہیں۔ ہر دن، ہر مہینہ اور ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، اور اس میں خیر و شر کا تعلق انسان کے عمل و نیت سے ہے، نہ کہ کسی وقت یا موسم سے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں موجود توہم پرستی اور بے بنیاد عقائد کا علمی، دینی اور فکری انداز سے رد کیا جائے۔ علما، اساتذہ، میڈیا، اور دینی اداروں کی یہ شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کو حقیقی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں تا کہ معاشرہ خوف، بدگمانی، رسومات اور جاہلانہ عقائد سے نکل کر توکل، یقین، اور سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کی راہ پر گامزن ہو۔

پیغامِ عام: اے مسلمانو! اللہ پر ایمان رکھو، نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپناؤ، اور توہم پرستی سے دامن چھڑاؤ۔ ماہِ صفر ہو یا کوئی اور مہینہ، ہر دن اللہ کی نعمت ہے — اس میں خیر تلاش کرو، نیکی کرو، دعا کرو اور اللہ سے خیر کی امید رکھو۔ معاشرے میں روشنی پھیلاؤ، جہالت نہیں۔

چڑیا کی تین نصیحتیں

محمد ذوالقرنین حیدر

ایک شخص نے چڑیا پکڑنے کے لئے جال بچھایا۔ اتفاق سے ایک چڑیا اس میں پھنس گئی اور شکاری نے اسے پکڑ لیا۔ چڑیا نے اس سے کہا۔ اے انسان! تم نے کئی ہرن، بکرے اور مرغ وغیرہ کھاتے ہیں، ان چیزوں کے مقابلے میں میری کیا حقیقت۔ ذرا سا گوشت میرے جسم میں ہے اس تمہارا کیا بنے گا؟ تمہارا تو پیٹ بھی نہیں بھرے گا۔

لیکن اگر تم مجھے آزاد کو دو تو میں تمہیں تین نصیحتیں کروں گی جن پر عمل کرنا تمہارے لئے بہت مفید ہوگا۔ ان میں سے ایک نصیحت تو میں ابھی کروں گی۔ جبکہ دوسری اس وقت جب تم مجھے چھوڑ دو گے اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گی۔ اس کے بعد تیسری اور آخری نصیحت اس وقت کروں گی جب دیوار سے اڑ کر سامنے درخت کی شاخ پر جا بیٹھوں گی۔ اس شخص کے دل میں تجسس پیدا ھوا کہ نہ جانے چڑیا کیا فائدہ مند نصیحتیں کرے۔

اس نے چڑیا کی بات مانتے ہوئے اس سے پوچھا۔ تم مجھے پہلی نصیحت کرو، پھر میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ چڑیا نے کہا۔ میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ”جو بات کبھی نہیں ہوسکتی اس کا یقین مت کرنا۔ یہ سن کر اس آدمی نے چڑیا کو چھوڑ دیا اور وہ سامنے دیوار پر جا بیٹھی پھر بولی۔ میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ جو ہا ہو جائے اس کا غم نہ کرنا“ اور پھر کہنے لگی۔

اے بھلے مانس تم نے مجھے چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی۔ کیونکہ میرے پیٹ میں پاؤ بھر کا انتہائی نایاب پتھر ہے۔ اگر تم مجھے ذبح کرتے اور میرے پیٹ سے اس موتی کا نکال لیتے تو اس کے فروخت کرنے سے تمہیں اس قدر دولت حاصل ہوتی کہ تم بہت بڑے رئیس بن جاتے۔ اس شخص نے جو یہ بات سنی تو لگا افسوس کرنے۔ اور پچھتایا کہ اس نے چڑیا کو چھوڑ کر اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کی۔

اگر اسے نہ چھوڑتا تو میری زندگی سنور جاتی۔ چڑیا نے اسے اس طرح سوچ میں پڑے دیکھا تو اڑ کر درخت کی شاخ پر جا بیٹھی اور بولی۔ اے بھلے مانس! ابھی میں نے تمہیں پہلی نصیحت کی جسے تو بھول گئے کہ جو بات نہ ہوسکنے والی ھو اس کا ہرگز یقین نہ کرنا۔

لیکن تم نے میری اس بات کا اعتبار کر لیا کہ میں چھٹانک بھر وزن رکھنے والی چڑیا اپنے پیٹ میں پاؤ وزن کا موتی رکھتی ہوں۔

کیا یہ ممکن ہے؟ میں نے تمہیں دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ جو بات ہو جائے اس کا غم نہ کرنا۔ مگر تم نے دوسری نصیحت کا بھی کوئی اثر نہ لیا اور غم و افسوس میں مبتلا ہو گئے کہ خواہ مخواہ مجھے جانے دیا۔ تمہیں کوئی بھی نصیحت کرنا بالکل بے کار ہے۔ تم نے میری پہلی دو نصیحتوں پر کب عمل کیا جو تیسری پر کرو گے۔ تم نصیحت کے قابل نہیں۔ یہ کہتے ہوئے چڑیا پھر سے اڑی اور ہوا میں پرواز کر گئی۔

وہ شخص وہیں کھڑا چڑیا کی باتوں پر غور و فکر کرتے ہوئے سوچوں میں کھو گیا۔

وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ ہم اکثر اپنے مخلص ساتھیوں اور بزرگوں کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے اور اس میں نقصان ہمارا ہی ہوتا ہے۔

یہ نصیحتیں صرف کہنے کی باتیں نہیں ہوتی بلکہ دانائی اور دوسروں کے تجربات سے حاصل ہونے والے انمول اثاثے ہیں۔ جو یقیناً ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہوسکتے ہیں اگر ہم ان پر عمل کریں۔

پاکستانی کرکٹ کے حقیقی سپر سٹارز کرکٹ بورڈ جن کا دشمن بن گیا

حنیف محمد، جاوید میانداد، وقار یونس، سعید انور، سعید احمد، وسیم اکرم اور بابر اعظم کا افسوس ناک انجام

آئر مارشل (ر) نور خان نے تسلیم عارف کا کیریئر کیوں ختم کر دیا؟

تحریر: محمد عمر، کویت

کرکٹ، پاکستانی عوام کا پسندیدہ ترین کھیل ہے، دنیا بھر میں پاکستان کا پرچم بلند کرنے والے اکثر کھلاڑیوں کا انجام بہت ہی افسوسناک ہوا، ان دنوں کرکٹ بورڈ جو سلوک بابر اعظم کے ساتھ کر رہا ہے یہی سلوک ماضی کے عظیم کرکٹرز کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے جن کا مختصر تذکرہ نذرِ قارئین ہے؛

گریٹ حنیف محمد: 1952 میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کو ٹیسٹ کھیلنے کا درجہ ملا، تو پاکستانی ٹیم نے انڈیا کا دورہ کیا، اس زمانہ میں صرف ٹیسٹ کرکٹ ہوتی تھی ون ڈے یا ٹی ٹونٹی کا کوئی وجود نہ تھا، اس ٹیم میں 18 سالہ حنیف محمد بھی شامل تھے جنہیں ان کے چھوٹے قد کی مناسبت سے لٹل ماسٹر کا خطاب دیا گیا، اگلے سترہ سال۔تک وہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سب سے بہترین بیٹر رہے، انہوں نے کئی یادگار اننگز کھیلیں، جن میں ویسٹ انڈیز میں بنائی جانے والی ٹرپل سنچری 337 رنز کی اننگز آج بھی کئی ریکارڈز کی حامل ہے، انہوں نے سب سے طویل وقت تک وکٹ پر قیام کا ریکارڈ قائم کیا جو آج 67 سال بعد بھی برقرار رہے، انہوں نے فرسٹ کلاس کی سب سے بڑی اننگز 499 رنز کا ریکارڈ قائم کیا جسے 1997 میں برائن لارا نے 501 رنز بنا کر توڑا، وہ پاکستان کے پہلے کھلاڑی تھے جنہوں نے 1963 میں ڈھاکہ ٹیسٹ میں انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ کی دونوں اننگز میں سنچریاں بنائیں، اس عظیم کھلاڑی کا انجام بھی بڑا افسوس ناک ہوا 1969 میں نیوزی لینڈ کے خلاف کراچی ٹیسٹ کے آخری

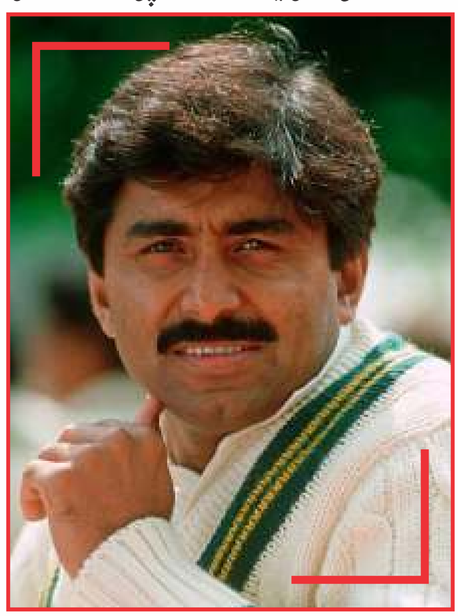

روز کرکٹ بورڈ کے سربراہ عبدالحفیظ کاردار، نے صحافیوں سے کہا کہ حنیف سے ملو، جب صحافی ان کے پاس گئے تو کاردار بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے حنیف محمد کو تحکمانہ انداز میں کہا، انہیں بولو، کہ تم ریٹائرڈ ہو رہے ہو، اس طرح ایک عظیم کرکٹر کا کیریئر ختم ہو گیا، اس وقت ان کی عمر 35 سال تھی۔

مشتاق محمد: پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان مشتاق محمد، کو جب پاکستانی ٹیم کی قیادت سونپی گئی تو ان کے پیشرو کپتان انتخاب عالم کی قیادت میں پاکستانی ٹیم 13 ٹیسٹ ہار چکی تھی جبکہ صرف ایک میچ میں فتح حاصل ہوئی، حالانکہ پاکستانی تاریخ کی سب سے مضبوط ٹیم انتخاب عالم کو ملی تھی جس میں اس دور کے تمام سپر سٹارز ظہیر عباس، ماجد خان، مشتاق محمد، آصف اقبال، عمران خان، سرفراز نواز، وسیم

باری، وسیم راجہ، آصف مسعود جیسے کھلاڑی شامل تھے مشتاق محمد کی قیادت میں پاکستانی ٹیم نے پہلی مرتبہ آسٹریلیا کو آسٹریلیا میں ہرا کر سیریز برابر کی، ویسٹ انڈیز کو ویسٹ انڈیز میں شکست دی، انڈیا کے خلاف پہلی مرتبہ ہوم سیریز جیتی، ان کی قیادت میں پاکستان نے 8 ٹیسٹ جیتے اور 4 ہارے، لیکن ان کا انجام بھی،،،،

1979 میں جب پاکستانی ٹیم جوابی دورہ کیلئے انڈیا جا رہی تھی تو کپتان مشتاق محمد کو ہمیشہ کیلئے ٹیم سے باہر کر دیا گیا جب پاکستانی ٹیم انڈیا پہنچی تو سابق انڈین کپتان بشن سنگھ بیدی نے کہا، تم کپتان تو پاکستان ہی چھوڑ آئے ہو، اسکے بعد پاکستانی ٹیم انڈیا میں سیریز ہار گئی اور کپتان آصف اقبال کو بھی کرکٹ چھوڑنا پڑ گئی، اس سیریز کے باعث

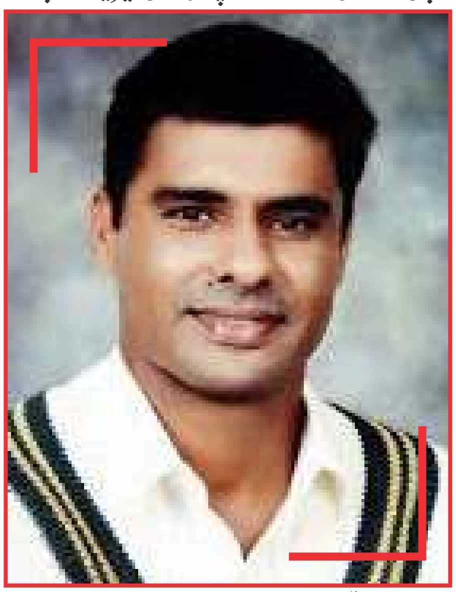

پاکستان کے دو عظیم کھلاڑی کرکٹ سے ہی باہر ہو گئے۔

جاوید میانداد: پاکستانی کرکٹ شائقین کو آج بھی افسوس ہے کہ جاوید میانداد جیسے عظیم کھلاڑی کو بھی رسوا کر کے ٹیم سے نکالا گیا، افسوس اس بات کا ہے کہ جاوید میانداد کو نکالنے کیلئے جس کھلاڑی، یعنی وسیم اکرم کو استعمال کیا گیا، ان کو ٹیم میں لانے والے ہی جاوید میانداد تھے، نئی نسل واقف نہیں ہو گی کہ 1985 میں نیوزی لینڈ کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا تھا، ان دنوں پاکستان کے سابق تیز بالر خان محمد نے لاہور میں ایک کیمپ لگایا ہوا تھا، جاوید میانداد نے ایک روز اس کیمپ کا دورہ کیا جہاں ان کی نظر ایک دبلے پتلے اٹھارہ سالہ بائیں ہاتھ کے بالر وسیم اکرم پر پڑی تو انہوں نے خود بلا پکڑ لیا اور اس کو بولنگ کرانے کیلئے کہا، جاوید میانداد نے اسی روز سلیکٹرز سے بات کر کے نوجوان وسیم اکرم کو نیوزی لینڈ کے خلاف راولپنڈی کے سہ روزہ میچ کیلئے منتخب کرا لیا، وہ وسیم اکرم کا پہلا فرسٹ کلاس میچ بھی تھا جس میں انہوں نے پہلی اننگز میں سات وکٹ حاصل کر کے توجہ حاصل کر لی جس کے

منتخب کرلیا گیا جس میں وہ کوئی خاص کارکردگی پیش نہ کر سکے، اس کے فورا بعد پاکستانی کرکٹ ٹیم کو 3 ٹیسٹ کی سیریز کیلئے نیوزی لینڈ کا جوابی دورہ کرنا تھا، جس کیلئے جاوید میانداد کو کپتان نامزد کیا گیا، جاوید میانداد نے سلیکٹرز سے ضد کی کہ ان کو وسیم اکرم چاہیے، انہوں نے نیوزی لینڈ میں وسیم اکرم کو ٹیسٹ کیپ بھی دے دی، یہ 1994 ہے، پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کپتان اب وسیم اکرم ہیں، ٹیم پھر نیوزی لینڈ جا رہی ہے، کپتان وسیم اکرم بضد ہیں کہ انہیں جاوید میانداد کسی صورت قبول نہیں اور اس طرح جاوید میانداد کا ٹیسٹ کیریئر ختم۔۔۔۔

پہلے ٹیسٹ میں سنچری، 50 ویں ٹیسٹ میں سنچری، 100 ویں ٹیسٹ میں سنچری بنانے والے کھلاڑی کو جس طرح کرکٹ سے باہر کیا گیا اس پر آج بھی ہر کرکٹ کے چاہنے والے کو افسوس ہے۔۔۔۔لیکن

جاوید میانداد گریٹ تھا گریٹ ہیاور گریٹ ہی رہے گا

اپریل 1986 میں شارجہ کرکٹ گراونڈ پر انڈیا کے خلاف آخری گیند پر چھکا میانداد کو زندہ رکھے گا،،،،،،

آج سے 500 سال بعد بھی

وسیم اکرم، وقار یونس اور سعید انور

کرکٹ کے تین لیجنڈز وسیم اکرم، وقار یونس اور سعید انور کو 2003 کے ورلڈ کپ کے ایک میچ میں انڈیا سے شکست کے بعد، اس وقت کے کرکٹ بورڈ کے چئیر مین توقیر ضیاء نے ایک ساتھ فارغ کر دیا، اس گھناؤنے فعل میں توقیر ضیاء کا ساتھ ان کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنے والے عامر سہیل اور رمیض راجہ نے دیا، لیفٹیننٹ جنزل (ر) توقیر ضیاء فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف کے دست راست تھے، وہ 12 اکتوبر 1999 کو منگلا کے کور

انہوں نے اپنے بیٹے جنید ضیاء کو زبردستی ٹیم میں شامل کرانے کی کوشش کی جو مشرف کی نام نہاد دیانت داری پر ایک دھبہ لگا رہی تھی جس پر جنزل مشرف کو اپنے ساتھی توقیر ضیاء کو گھر بھیجنا پڑا، اتفاق جس میچ میں شکست کی بنا پر سعید انور کا کیرئیر ختم کیا گیا اس میں انہوں نے سنچری بنائی تھی، جبکہ وقار نے دو گیندوں پر دو وکٹ حاصل کئے تھے۔

بابر اعظم

پاکستان کے اسٹار بیٹر بابر اعظم کے ساتھ کرکٹ بورڈ کے

موجودہ سربراہ محسن نقوی وہی سلوک کر رہے ہیں جو توقیر ضیاء، کے ایم اظہر اور کاردار اپنے دور کے سپر اسٹارز کے ساتھ کر چکے ہیں، بابر اعظم ٹی ٹونٹی میں 4223 رنز بنا چکے ہیں، وہ عالمی ریکارڈ سے صرف 73 رنز دور ہیں، ٹی ٹونٹی میں تین سنچریاں اور 36 نصف سنچریاں بنانے والے بابر اعظم کو وہ کھلاڑی سلمان اغا طعنہ دے رہا ہے جس نے 6 میچوں میں صرف 50 رنز کئے ہیں اور جس کا سٹرائیک ریٹ 80 ہے جبکہ 127 سٹرائیک ریٹ والے بابر اعظم کیلئے ٹیم میں جگہ نہیں، تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے، بابر اعظم اس سلوک کا اکیلا حقدار نہیں، حنیف محمد، مشتاق محمد، جاوید میانداد، وقار یونس، وسیم اکرم سمیت جس کھلاڑی نے بھی ملک کا نام روشن کیا اس کے کیرئیر کا چراغ گل کر دیا گیا

تسلیم عارف

پاکستان کے سابق وکٹ کیپر بیٹسمین تسلیم عارف کو 1979 کے دورہ انڈیا میں اس وقت ٹیسٹ کیپ دی گئی جب اکثر اسٹارز، بری طرح ناکام ہو چکے تھے، ظہیر عباس نے کلکتہ کا آخری ٹیسٹ کھیلنے سے انکار کیا تو وکٹ کیپر بیٹسمین تسلیم عارف کو ایک اوپنر کے طور پر موقعہ دیا گیا، انہوں نے پہلی اننگز میں 90 اور دوسری اننگز میں 46 رنز بنائے، اس

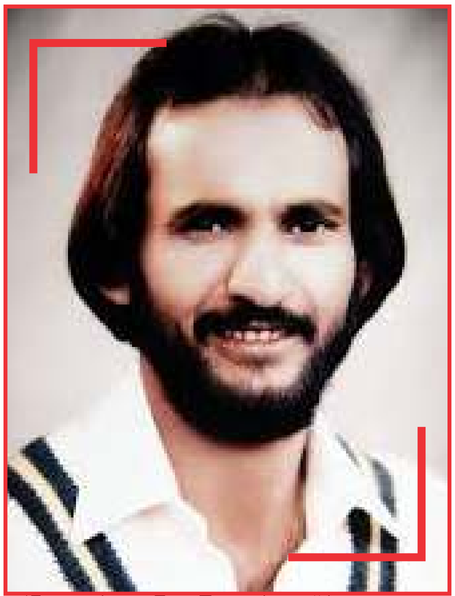

ٹیسٹ میں 58 رنز کی اننگز کھیلی، فیصل آباد کے دوسرے ٹیسٹ میں انہوں نے ناقابل شکست 210 رنز بنائے جو اس وقت کسی بھی وکٹ کیپر کا سب سے بڑا انفرادی اسکور تھا، ویسٹ انڈیز کے خلاف سیریز کے پہلے ٹیسٹ میں وہ 33 رنز بنا کر آوٹ ہوئے، دوسرے ٹیسٹ میں وہ صفر اور 18 رنز کی اننگز کھیل سکے، جس کے بعد وہ سیریز سے باہر کر دیئے گئے، لیکن وہ کرکٹ سے ہمیشہ کیلئے باہر کیسے ہو گئے؟

اتفاق سے یہ بات بندہ ناچیز کو مرحوم تسلیم عارف نے خود بتائی تھی جب وہ 2004 میں کویت کرکٹ ٹیم کے کوچ مقرر کئے گئے تھے، اس وقت کے کرکٹ بورڈ کے ڈائریکٹر جنزل مرزا اسد بیگ کی رہائش گاہ پر گفتگو کرتے ہوئے تسلیم عارف نے جو بتایا وہ ان کی ہی زبانی سنئے:

ویسٹ انڈیز سے سیریز کے بعد کرکٹ بورڈ کے چئیر مین آئر مارشل نور خان نے کھلاڑیوں کے ساتھ ایک میٹنگ کی، نور خان نے اپنی تقریر کے بعد بڑی فراخدلی سے پیش کش کی کہ آپ جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ سرفراز نواز پہلے ٹیسٹ کے بعد کسی کو بتائے بغیر لندن چلے گئے، یہ ڈسپلن کی خلاف ورزی تھی لیکن چوتھے ٹیسٹ سے ایک روز پہلے وہ واپس آ گئے تو آپ نے پھر انہیں کیوں ٹیم میں شامل کر لیا، تو نور خان نے جواب دیا کہ ملک کو ان کی ضرورت تھی، تو میں نے کہا کہ ملک کو تو بھٹو کی بھی ضرورت تھی، جس کو آپ لوگوں نے پھانسی دے دی۔

نور خان اس جواب پر ہکا بکا رہ گئے اور میٹنگ چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد تسلیم عارف کبھی پاکستان کی طرف سے نہیں کھیل سکے۔

تحریر: محمد عمر، کویت

پاکستان میں تحریک آزادی پر بننے والی فلمیں کچھ کامیاب زیادہ ناکام

ناکامی کے پس پردہ حقائق

تحریک آزادی ہماری قومی تاریخ کا اہم باب ہے، نئی نسل کو تحریک آزادی سے روشناس کرانے کیلئے فلم اور ٹی وی انتہائی موثر ذرائع تصور کئے جاتے ہیں، چھوٹی سکرین پر تقریبا25 برس پہلے،، جناح سے قائد،، نامی ایک سیریل میں بانی پاکستان کی جدوجہد آزادی کی شاندار عکاسی کی گئی تھی لیکن اس میں جس فنکار کو قائداعظم کا کردار دیا وہ قطعی طور پر اپنے کردار سے انصاف نہیں کر سکے تھے لیکن زیادہ غلطی پروڈیوسر اور ہدایتکار کی تھی جو اس بات کو نظرانداز کر گئے تھے کہ قائداعظم کی آواز تو بڑی رعب دار اور گرجدار، تھی جبکہ اس فنکار کی آواز بڑی باریک اور بے رعب سی تھی، پھر بھی وہ جناح، نامی فلم سے بہتر کاوش تھی، اس میں ہالی ووڈ اسٹار کرسٹوفر لی اور انڈین اداکار آنجہانی ششی کپور نے بھی اہم کردار کئے تھے , اکبر ایس احمد نے یہ فلم دنیا بھر سے چندہ مانگ کر بنائی تھی، وہ خود بھی چاہتے تھے کہ فلم ناکام ہوجائے تاکہ انہیں کسی کو حساب نہ دینا پڑ جائے، 1 9 7 9 میں ہدایت کار مسعود پرویز نے نسیم حجازی کے ناول ،،خاک اور خون،، کو فلم کی شکل میں پردہ سکرین پر پیش کیا، مسعود پرویز لوک کہانیوں پر مبنی فلمیں بنا کر شہرت حاصل کر چکے تھے، ان کی فلمیں ہیر رانجھا اور مرزا جٹ، کلاسیک کا درجہ رکھتی ہیں، پہلی مرتبہ انہوں نے قیام پاکستان کے موقعہ پر ہندوؤں کی شاطرانہ چالوں اور سکھوں کے مظالم کو اجاگر کرنے کیلئے ایک زبردست کاوش کی، افسوس کہ ناول،، خاک اور خون،، کے مصنف نسیم حجازی نے اس پر عدم اطمینان کا اظہار کیا تھا، مسعود پرویز اور فلمساز جانتے تھے کہ ایسی فلمیں باکس آفس پر ناکام ہو جاتی ہیں، اس لئے انہوں نے ایک بھی بڑے اسٹار کو کاسٹ نہ کیا، مکمل کاسٹ ٹی وی فنکاروں پر مشتمل تھی جن میں نوین تاجک، آغا فراز، عاصم بخاری، شجاعت ہاشمی، محبوب عالم وغیرہ شامل تھے، پوری فلم میں صرف ایک غزل،، میں تیری یاد کو اس دل سے بھلاتا کیسے تو کوئی ریت سے لکھی ہوئی تحریر نہیں،، شامل کی گئی لیکن پروڈیوسر، ڈائریکٹر کے خدشات غلط ثابت ہو گئے اور فلم غیر متوقع طور پر سپر ہٹ رہی، سونے پہ سہاگہ، یہ فلم اس وقت کے فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق کو بھی پسند آگئی اور اس پر تفریحی ٹیکس معاف کردیا گیا، اس کے باوجود ہدایت کار مسعود پرویز نے دوبارہ کبھی بامقصد فلم بنانے کی ضرورت محسوس نہ کی اور مولا جٹ سیریز کو ہی آگے چلاتے رہے، ہدایت کار خلیفہ نذیر کو بہت کم لوگ جانتے ہیں لیکن وہ بھی انگریز سامراج کے خلاف ہی فلمیں بنایا کرتے تھے، اور ان کی ہر فلم کا ہیرو، اکبر ہی ہوا کرتا تھا، غلام، فرنگی، باغی جیسے ناموں پر بننے والی ان کی فلمیں کچھ نہ کچھ بزنس بھی کرجایا کرتی تھیں، 1976_77 کا زمانہ پاکستانی سنیما کا گولڈن دور تھا، ان دنوں ٹیپو سلطان، اور حیدر علی نامی دو فلموں نے بھی شائقین کی توجہ حاصل کی، دونوں فلموں میں ٹائٹل کردار محمد علی نے ادا کئے تھے، پرانے زمانہ میں جب بلیک اینڈ وائٹ فلمیں بنا کرتی تھیں اور وہ اس وقت تفریح کا واحد ذریعہ ہوا کرتی تھیں، اداکار اکمل کی فمل،، ملنگی،، بہت مشہور ہوئی تھی جو اکمل کی وفات کے کئی سال بعد 80 کی دہائی میں بھی سنیماوں کی زینت بنتی رہی تھی، اکمل کے علاوہ فردوس، یوسف خان، منور ظریف اور جگی نے بھی اس فلم میں یادگار کردار کئے تھے، اس فلم کا ایک گیت، ماہی وے شانوں بھل نہ جاویں، کئی عشروں تک سنائی دیتا رہا، لالہ سدھیر نے جب اردو فلموں سے پنجابی فلموں کا رخ کیا تو وہ بھی ایک جنگجو ہیرو کے طور پر ہی مشہور ہوئے، ان کی فلموں نشان، دلا بھٹی، باغی تے فرنگی دیکھ کر ایسے لگتا تھا انگریز صرف ذلیل ورسوا ہونے اور لالہ سدھیر کے ہاتھوں قتل ہونے کیلئے ہی برصغیر آئے تھے، اداکار محمد علی کی فلم،،سرحد کی گود میں،، پختون عوام کی انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو دکھایا گیا تھا، سلطان راہی کی فلم،، زرق خان،، میں سلطان راہی نے مرکزی کردار کئے تھے، یعنی باپ بیٹے کے دونوں کردار سلطان راہی نے کئے تھے اور زیادہ تر فلموں میں ظالم انگریز کے کردار آغا طالش ہی کرتے تھے، وہ بھی سوچتے ہونگے کہ اگر انگریز برصغیر پر قبضہ نہ کرتے تو ان کو اتنی فلمیں کیسے مل پاتیں، 1982، کی فلم،، چن وریام،، کے ہدایت کار نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ایک سکھ کو بھی انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرتے دکھایا گیا تھا، چن سنگھ کا کردار، اقبال حسن نے ادا کیا تھا جبکہ وریام کے کردار میں سلطان راہی نظر آئے تھے، اس فلم میں انجمن پہلی مرتبہ سلطان راہی کی ہیروئین بنی تھیں یہ جوڑی شائقین سے زیادہ پروڈیوسرز کو اس قدر پسند آگئی کہ انہوں نے 100 فلموں میں ہیرو، ہیروئین کے طور پر کام کرنے کا منفرد ریکارڈ قائم کردیا، اور شبنم ندیم کے 50 فلموں میں کام کرنے کا ریکارڈ چور چور کردیا، اس فلم کا گیت،، وے سونے دیاں کنگنا، سودا اکو جیا،، اس دور کا مقبول ترین گیت بن گیا تھا۔ اداکار شاہد کی فلم،، ریشمی رومال،، ایک تاریخی حقیقت پر مبنی فلم تھی، اس فلم میں اس دور کی عکاسی کی گئی تھی جب انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی شروع کرنے کیلئے خفیہ تیاریاں کی جارہی تھیں، ریشمی رومال، ایک تحریک کا نام تھا جس میں جنگ آزادی کے مجاہدین، انگریزوں کو ملک سے نکالنے کی تیاریاں کررہے تھے، یہ فلم 1983 میں ریلیز ہوئی تھی، شاہد اس کے ہیرو تھے ہیروئین کا کردار ترکی کی ایک اداکارہ نے ادا کیا، جنرل ضیاء الحق اس فلم کا ٹیکس معاف نہیں کرسکتے تھے کیونکہ اس کے ہیرو شاہد تھے جو، ذوالفقار علی بھٹو شہید کی پھانسی کروانے کیلئے جسٹس مولوی مشتاق کے گھر چلے گئے تھے ۔

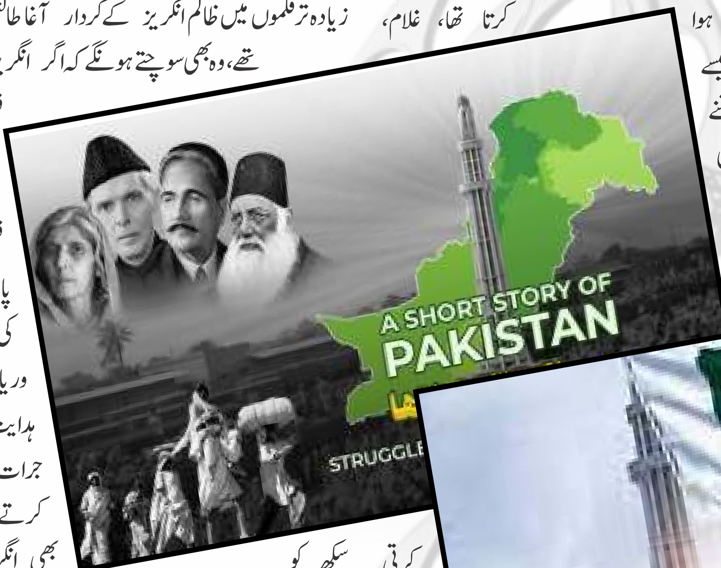

اے وطن تجھ پہ اگر جاں ہو نثار
میں یہ سمجھوں گا ٹھکانے لگا سرمایہ تن
INTERNATIONAL AFFAIR (PMLN)
پاکستان کی تعمیر و ترقی میں مزدوروں کا خون پسینہ
بھی شامل ہے، نواز شریف
کویت میں مقیم لیبر کمیونٹی کی طرف
سے دُنیا بھر مقیم ہم وطنوں کو پاکستان کا
78 واں یوم آزادی مبارک
منجانب
محمد زبیر شرفی
صدر مسلم لیگ ن لیبر ونگ کویت
سینئر نائب صدر مسلم لیگ ن کویت

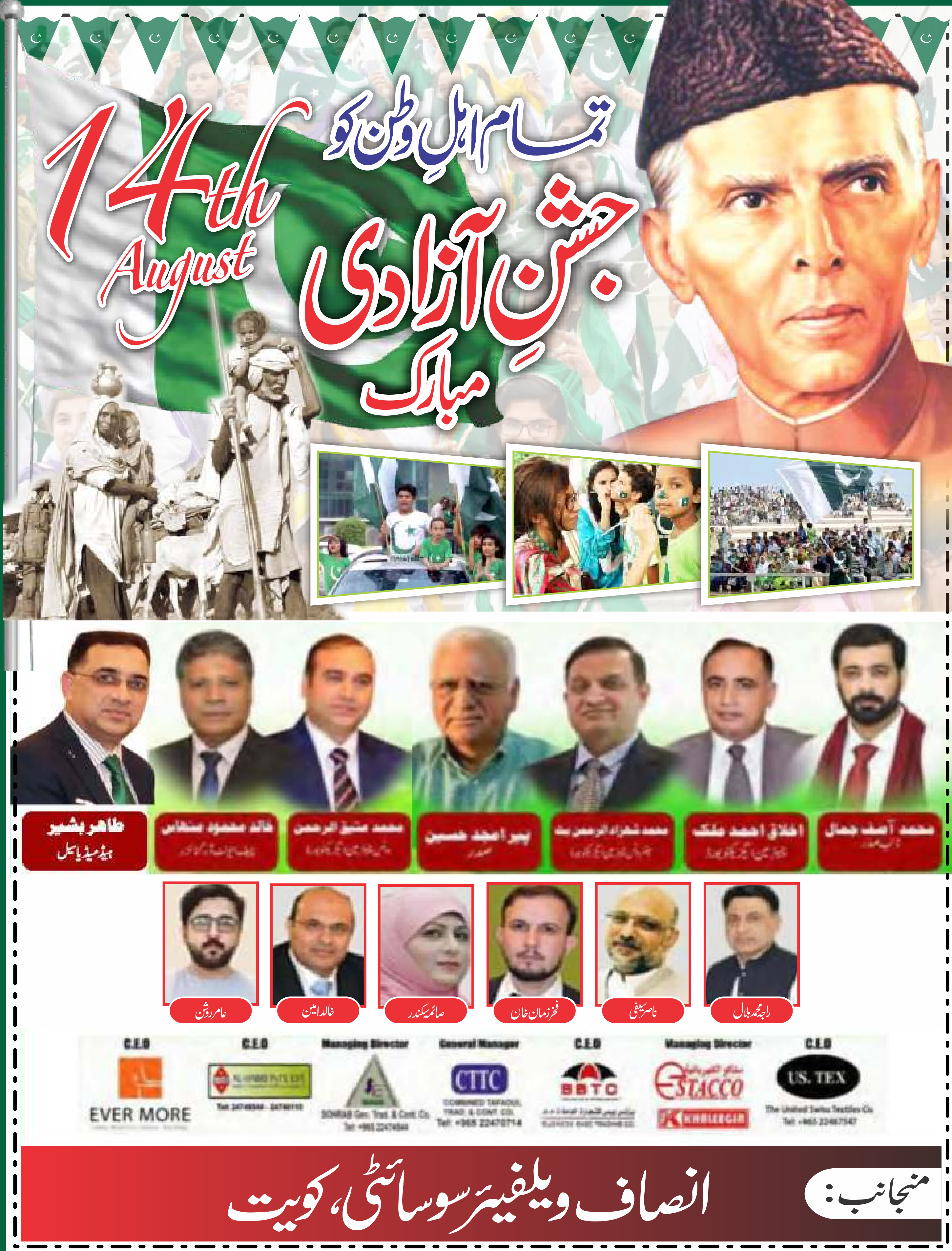
14th August
تمام اہلِ وطن کو
جشنِ آزادی
مبارک
محمد آصف جمال
اخلاق احمد ملک
محمد شہزاد الرحمن بٹ
پیر امجد حسین
صدر
محمد عتیق الرحمن
خالد محمود منہاس
طاہر بشیر
ہیڈ میڈیا سیل
راجہ محمد بلال
ناصر سیفی
فخر زمان خان
صائمہ سکندر
خالد امین
عامر روشن
C.E.O
C.E.O
Managing Director
General Manager
C.E.O
Managing Director
C.E.O
EVER MORE
CTTC
BBTC
STACCO
US. TEX
منجانب:
انصاف ویلفیئر سوسائٹی، کویت